اِنَّ الفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵

ٹیلیفون نمبر ۹۱

الفضل

روزنامہ

خطبہ نمبر ۱

ایڈیٹر غلام نبی

قادیان

THE DAILY.
ALFAZL, QADIAN.

تار کا پتہ "الفضل" قادیان

قیمت فی پرچہ ۱/

جلد ۲۶ | مورخہ ۶ محرم ۱۳۵۷ھ | یوم چہارشنبہ | مطابق ۹ مارچ ۱۹۳۸ء | نمبر ۵۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

تقویٰ کی بھٹی میں اپنی تمام آلائشیں جلادو

نہ بے غیرت بنو۔ اور نہ ظالم۔ بلکہ رحم میں وسعت اختیار کرو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۴ مارچ ۱۹۳۸ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
اللہ تعالےٰ کی جماعتیں یعنی

حزب اللہ اور خدا کا گروہ

جب کبھی دُنیا میں قائم ہوتا ہے۔ تو اس کو تمام دُنیا سے ایک روحانی جنگ کرنی پڑتی ہے۔ لیکن روحانی جنگ سب سے پہلے انسان کو اپنے نفس سے کرنی ضروری ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسا شخص جس کا گھر دُشمن کے قبضہ میں ہو وُہ باہر جاکر نہیں لڑ سکتا جس کا کوئی ملک ہی نہ ہو۔ اس نے جنگ کیا کرنی ہے۔ اسی طرح جس شخص کے دل پر شیطانی قبضہ ہو۔ اُس نے شیطانی نظام کا دُنیا میں مقابلہ کیا کرنا ہے؟ آخر فوجوں کے رکھنے کے لیے یا ذخیروں کے رکھنے کے لیے۔ یا گولہ و بارُود رکھنے کے لیے یا اور سامانِ جنگ رکھنے کے لیے کوئی مُلک چاہیئے بے مُلک تو کوئی فوج نہیں ہوتی۔ لازماً وُہ فوج کہیں سے کھانا مہیا کرے گی کہیں سے پانی مہیا کرے گی۔ کہیں سے سامانِ جنگ مہیا کرے گی۔ کہیں قلعے بنائیگی۔ کہیں سپاہیوں کے لیے بسیرے اور جگہیں بنائیگی کہیں خندقیں کھودیگی۔ اور کہیں گھوڑے کھڑے کرے گی۔ اور اگر باقی ضرورتوں کو مدنظر نہ رکھا جائے۔ تو بھی کم سے کم سپاہیوں کے ڈیروں کے لیے ہی ایک وسیع علاقہ کی ضرورت ہوگی۔ مگر جس کا مُلک ہی نہیں۔ وُہ یہ انتظام کس طرح کر سکتا ہے۔

اس اصل کے ماتحت

رُوحانی فوج کے لیے بھی مُلک کی ضرورت

ہُوا کرتی ہے۔ مگر روحانی فوج کا مُلک انسان کا دل ہوتا ہے۔ اور جس شخص کا دل اپنے قبضہ میں نہ ہو۔ وُہ روحانی معارف کی فوج کہاں رکھیگا۔ اور اس کے قدم کس جگہ ٹکیں گے۔

تم کہو گے۔ زمین پر؟ مگر

رُوحانی جنگ

زمین پر نہیں لڑی جاتی۔ بلکہ وُہ جنگ دلوں میں کی جاتی ہے۔ وُہ جنگ دماغوں میں کی جاتی ہے۔ اور جو جنگ دلوں اور دماغوں میں کی جاتی ہو۔ وہاں روحانی ہتھیاروں کی ہی ضرورت ہوگی۔ اور وُہ روحانی ہتھیار تقویٰ وطہارت اور وُہ معارف و علوم ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے دل پر نازل ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص کا دل۔ اور دماغ اپنا نہیں۔ تو وُہ اِن چیزوں کو رکھے گا کہاں؟

پس روحانی جماعتوں کو اپنے دل اور اپنے دماغ کی صفائی کی طرف سب سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس شخص کا دماغ صاف نہیں اس کے افکار صاف نہیں ہو سکتے کیونکہ تدبر کا تعلق فکر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جس شخص کا دل صاف نہیں اس کا تقوےٰ صاف نہیں ہو سکتا۔ اور جس کا تقوےٰ صاف نہیں اسے

خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید

کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جذبات کا اصل مقام دل ہے۔ گو ان کا ظہور دماغ کے اعصاب کے ذریعہ سے ہوتا ہو:

سائنسدان اس بات پر بحثیں کرتے چلے آئے ہیں۔ کہ انسانی روح کا منبع درحقیقت دماغ ہے دل نہیں اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہ روح کی حقیقت کو نہیں پا سکے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے۔ کہ انسانی روح کا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیموں اور رویا و کشوف سے پتہ چلتا ہے۔ دل سے تعلق ہے۔ ہاں دماغ چونکہ منبت اعصاب ہے۔ اس لئے قلبی علوم کو محسوس کرنا اور دل کے علوم مخفیہ سے مستفیض ہونا اس کا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حیات کا مقام دل کو قرار دیا ہے۔ دماغ کو نہیں اور روح کا سب سے گہرا تعلق اسی عضو سے ہو سکتا ہے۔ جو انسانی جسم میں سب سے اہم حیثیت رکھتا ہو۔ اور جس کا کام سب سے نمایاں ہو۔ اور وہ اہم کام دل کا ہی ہے دماغ کا نہیں۔ دل کی ایک سیکنڈ کی حرکت بند ہونے سے کلی طور پر انسان پر موت وارد ہو جاتی ہے لیکن دماغ میں اگر کوئی فتور پیدا ہو جائے۔ تو گو اس وجہ سے کہ دماغ کا کام علوم قلبیہ کو محسوس کرنا ہے۔ علوم پردہ میں آجاتے ہیں۔ لیکن ضروری نہیں۔ کہ انسان پر موت بھی وارد ہو جائے۔ تو دماغ خادم ہے۔ اور دل وہ اصل مرکز ہے۔ جہاں اللہ تعالےٰ اپنے انوار نازل فرماتا ہے۔ خیر یہ تو ایک لمبی بحث ہے۔ جس میں

میں اس وقت نہیں پڑنا چاہتا۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک مومن کے لئے اپنے

دل اور دماغ کی صفائی

نہایت ضروری ہوتی ہے۔ ایک شخص خواہ فلسفیوں کے تتبع میں تدبر اور تفکر اور اخلاق فاضلہ کا تمام مدار دماغ پر رکھے یا یہ کہے کہ انسانی عقل اور معرفت کا سرچشمہ دل ہے۔ اور دماغ کو علوم اور معارف سے کچھ تعلق نہیں۔ پھر خواہ وہ دل اور دماغ کی بجائے جذبات اور افکار کا لفظ استعمال کرے۔ بہرحال کوئی بھی صورت ہو انسان کے لئے دو چیزوں کی صفائی نہایت ضروری ہے جن میں سے ایک فکر ہے۔ اور دوسری جذبات لطیفہ انسان کے گہرے جذبات یعنی جذبات کی حس نہ کہ عارضی جذبے قلوب کی صفائی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور افکار کی صفائی جسے عربی میں تنویر کہتے ہیں دماغ کی صفائی سے حاصل ہوتی ہے۔ تنویر اس بات کو کہتے ہیں۔ کہ انسان کے اندر ایسا نور پیدا ہو جائے کہ اسے ہمیشہ خیال صحیح پیدا ہو۔ فعلاً صحیح خیال کا پیدا ہونا تنویر نہیں بلکہ ایسے ملکہ کا پیدا ہو جانا کہ ہمیشہ صحیح خیالات ہی پیدا ہوتے رہیں تنویر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے خود سنا ہے۔ بعض دفعہ جب آپ سے کوئی فقہی مسئلہ پوچھا جاتا تو چونکہ یہ مسائل زیادہ تر انہی لوگوں کو یاد ہوتے ہیں۔ جو ہر وقت اسی کام میں لگے رہتے ہیں۔ بسا اوقات آپ فرما دیا کرتے۔ کہ جاؤ مولوی نورالدین صاحب رض سے پوچھ لو۔ یا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کا نام لیتے۔ کہ ان سے پوچھ لو۔ یا مولوی سید محمد احسن صاحب کا نام لے کر فرماتے۔ کہ ان سے پوچھ لو۔ یا کسی اور مولوی کا نام لے لیتے۔ اور بعض دفعہ جب آپ دیکھتے کہ اس مسئلہ کا کسی ایسے امر سے تعلق ہے۔ جہاں بحیثیت مامور آپ کے لئے

دنیا کی راہنمائی

کرنا ضروری ہے۔ تو آپ خود وہ مسئلہ بتا دیتے۔ مگر جب کسی مسئلہ کا جدید اصلاح سے تعلق نہ ہوتا۔ تو آپ فرما دیتے۔ کہ فلاں مولوی صاحب سے پوچھ لیں۔ اور اگر وہ مولوی صاحب مجلس میں ہی بیٹھے ہوئے ہوتے تو ان سے فرماتے۔ کہ مولوی صاحب یہ مسئلہ کس طرح ہے مگر بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ جب آپ کہتے کہ فلاں مولوی صاحب سے یہ مسئلہ دریافت کر لو۔ تو ساتھ ہی آپ یہ بھی فرماتے۔ کہ ہماری فطرت یہ کہتی ہے۔ کہ یہ مسئلہ یوں ہونا چاہیئے۔ اور پھر فرماتے ہم نے تجربہ کیا ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ کوئی مسئلہ ہمیں معلوم نہ ہو۔ اس کے متعلق جو آواز ہماری فطرت سے اٹھے۔ بعد میں وہ مسئلہ اسی رنگ میں حدیث اور سنت سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ چیز ہے جو تنویر کہلاتی ہے۔

تو تنویر اس بات کو کہتے ہیں۔ کہ انسانی دماغ میں جو خیالات بھی پیدا ہوں۔ وہ درست ہوں۔ جس طرح ایک تندرستی تو یہ ہوتی ہے۔ کہ انسان کہے میں اس وقت تندرست ہوں۔ اور ایک تندرستی یہ ہوتی ہے۔ کہ انسان آگے بھی تندرست رہے۔ تو تنویر وہ فکر کی درستی ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں آئندہ جو خیالات بھی پیدا ہوں درست ہی ہوں۔ تو

روحانی ترقی کے لئے تنویر فکر

ضروری ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانی ترقی کے لئے تقوےٰ و طہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو تنویر کے معنے دماغ کی نسبت سے ہیں۔ وہی تقوےٰ کے معنی دل کی نسبت سے ہیں۔ ہمارے لوگ عام طور پر غلطی سے نیکی اور تقوےٰ کو ایک چیز سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ نیکی وہ نیک کام ہوتا ہے۔ جو ہم کر چکے ہیں۔ یا آئندہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مگر تقوےٰ یہ ہے۔ کہ انسان ایسے مقام

پر کھڑا ہو جائے۔ کہ اس کے اندر آئندہ جو جذبات بھی پیدا ہوں۔ وہ نیک ہوں۔ تو افکار کے لئے تنویر اور جذبات کے لئے تقوےٰ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور جب کسی انسان کو تنویر افکار اور تقوےٰ القلب حاصل ہو جائے تو وہ بدی کے حملہ سے بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور ایسا انسان اللہ تعالےٰ کے فضل کے نیچے آجاتا ہے:

پس یہ

دو چیزیں

ہیں۔ جن کی جماعت کو ضرورت ہے۔ ایک تو یہ کہ ہمارے خیالات صحیح ہوں۔ اور ہمارے جذبات پاکیزہ ہوں۔ اور دوسری یہ کہ نہ صرف ہمارے خیالات صحیح ہوں۔ بلکہ ہمارے اندر ایسا ملکہ پیدا ہو جائے۔ کہ آئندہ جب بھی ہمیں کوئی خیال پیدا ہو۔ وہ صحیح ہو۔ اور نہ صرف

ہمارے جذبات پاکیزہ ہوں

بلکہ ہمارے اندر ایسا ملکہ پیدا ہو جائے کہ آئندہ جب بھی ہمارے اندر جذبات پیدا ہوں وہ پاکیزہ ہوں۔ اول امر کو تنویر کہتے ہیں۔ اور دوسرے امر کو تقوےٰ۔ چنانچہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کسی دماغ کو تنویر عطا کی جاتی ہے اور کسی کے دل میں ایسا مادہ تقوےٰ پیدا کر دیا جاتا ہے۔ کہ باوجود کسی بات کو نہ جاننے کے وہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ شیطان اس موقعہ پر مجھے دھوکا دے رہا ہے۔

چند بزرگوں کے متعلق

آتا ہے۔ کہ ایک دفعہ دو اکٹھے مل کر سفر کر رہے تھے۔ کہ راستہ میں ایک شخص نے مہمان نوازی کے طور پر ان کی دعوت کی۔ اور کھانا ان کے سامنے رکھا۔ جب وہ کھانا کھانے کے لئے بیٹھے۔ تو معاً سب نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے۔ جب انہوں

پس روحانی جماعتوں کو اپنے دل اور اپنے دماغ کی صفائی کی طرف سب سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس شخص کا دماغ صاف نہیں اس کے افکار صاف نہیں ہو سکتے کیونکہ تدبر کا تعلق فکر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جس شخص کا دل صاف نہیں اس کا تقوےٰ صاف نہیں ہو سکتا۔ اور جس کا تقوےٰ صاف نہیں اسے

خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید

کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جذبات کا اصل مقام دل ہے۔ گو ان کا ظہور دماغ کے اعصاب کے ذریعہ سے ہوتا ہو:

سائنسدان اس بات پر بحثیں کرتے چلے آئے ہیں۔ کہ انسانی روح کا منبع درحقیقت دماغ ہے دل نہیں اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہ روح کی حقیقت کو نہیں پا سکے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے۔ کہ انسانی روح کا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیموں اور رویا و کشوف سے پتہ چلتا ہے۔ دل سے تعلق ہے۔ ہاں دماغ چونکہ منبت اعصاب ہے۔ اس لئے قلبی علوم کو محسوس کرنا اور دل کے علوم مخفیہ سے مستفیض ہونا اس کا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حیات کا مقام دل کو قرار دیا ہے۔ دماغ کو نہیں اور روح کا سب سے گہرا تعلق اسی عضو سے ہو سکتا ہے۔ جو انسانی جسم میں سب سے اہم حیثیت رکھتا ہو۔ اور جس کا کام سب سے نمایاں ہو۔ اور وہ اہم کام دل کا ہی ہے دماغ کا نہیں۔ دل کی ایک سیکنڈ کی حرکت بند ہونے سے کلی طور پر انسان پر موت وارد ہو جاتی ہے لیکن دماغ میں اگر کوئی فتور پیدا ہو جائے۔ تو گو اس وجہ سے کہ دماغ کا کام علوم قلبیہ کو محسوس کرنا ہے۔ علوم پردہ میں آجاتے ہیں۔ لیکن ضروری نہیں۔ کہ انسان پر موت بھی وارد ہو جائے۔ تو دماغ خادم ہے۔ اور دل وہ اصل مرکز ہے۔ جہاں اللہ تعالےٰ اپنے انوار نازل فرماتا ہے۔ خیر یہ تو ایک لمبی بحث ہے۔ جس میں

میں اس وقت نہیں پڑنا چاہتا۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک مومن کے لئے اپنے

دل اور دماغ کی صفائی

نہایت ضروری ہوتی ہے۔ ایک شخص خواہ فلسفیوں کے تتبع میں تدبر اور تفکر اور اخلاق فاضلہ کا تمام مدار دماغ پر رکھے یا یہ کہے کہ انسانی عقل اور معرفت کا سرچشمہ دل ہے۔ اور دماغ کو علوم اور معارف سے کچھ تعلق نہیں۔ پھر خواہ وہ دل اور دماغ کی بجائے جذبات اور افکار کا لفظ استعمال کرے۔ بہرحال کوئی بھی صورت ہو انسان کے لئے دو چیزوں کی صفائی نہائت ضروری ہے جن میں سے ایک فکر ہے۔ اور دوسری جذبات لطیفہ انسان کے گہرے جذبات یعنی جذبات کی حس نہ کہ عارضی جذبے قلوب کی صفائی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور افکار کی صفائی جسے عربی میں تنویر کہتے ہیں دماغ کی صفائی سے حاصل ہوتی ہے۔ تنویر اس بات کو کہتے ہیں۔ کہ انسان کے اندر ایسا نور پیدا ہو جائے کہ اسے ہمیشہ خیال صحیح پیدا ہو۔ دفعتاً صحیح خیال کا پیدا ہونا تنویر نہیں بلکہ ایسے ملکہ کا پیدا ہو جانا کہ ہمیشہ صحیح خیالات ہی پیدا ہوتے رہیں تنویر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے خود سنا ہے۔ بعض دفعہ جب آپ سے کوئی فقہی مسئلہ پوچھا جاتا تو چونکہ یہ مسائل زیادہ تر انہی لوگوں کو یاد ہوتے ہیں۔ جو ہر وقت اسی کام میں لگے رہتے ہیں۔ بسا اوقات آپ فرمایا کرتے۔ کہ جاؤ مولوی نور الدین صاحب رض سے پوچھ لو۔ یا مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کا نام لیتے۔ کہ ان سے پوچھ لو۔ یا مولوی سید محمد احسن صاحب کا نام لے کر فرماتے۔ کہ ان سے پوچھ لو۔ یا کسی اور مولوی کا نام لے لیتے۔ اور بعض دفعہ جب آپ دیکھتے کہ اس مسئلہ کا کسی ایسے امر سے تعلق ہے۔ جہاں بحیثیت مامور آپ کے لئے

دنیا کی راہنمائی

کرنا ضروری ہے۔ تو آپ خود وہ مسئلہ بتا دیتے۔ مگر جب کسی مسئلہ کا جدید اصلاح سے تعلق نہ ہوتا۔ تو آپ فرما دیتے۔ کہ فلاں مولوی صاحب سے پوچھ لیں۔ اور اگر وہ مولوی صاحب مجلس میں ہی بیٹھے ہوئے ہوتے تو ان سے فرماتے۔ کہ مولوی صاحب یہ مسئلہ کس طرح ہے مگر بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ جب آپ کہتے کہ فلاں مولوی صاحب سے یہ مسئلہ دریافت کر لو۔ تو ساتھ ہی آپ یہ بھی فر[illegible] کہ ہماری فطرت یہ کہتی ہے۔ کہ یہ [illegible] یوں ہونا چاہیئے۔ اور پھر فرماتے ہم نے تجربہ کیا ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ کوئی مسئلہ ہمیں معلوم نہ ہو۔ اس کے متعلق جو آواز ہماری فطرت سے اٹھے۔ بعد میں وہ مسئلہ اسی رنگ میں حدیث اور سنت سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ چیز ہے جو تنویر کہلاتی ہے۔

تو تنویر اس بات کو کہتے ہیں۔ کہ انسانی دماغ میں جو خیالات بھی پیدا ہوں۔ وہ درست ہوں۔ جس طرح ایک تندرستی تو یہ ہوتی ہے۔ کہ انسان کہے میں اس وقت تندرست ہوں۔ اور ایک تندرستی یہ ہوتی ہے۔ کہ انسان آگے بھی تندرست رہے۔ تو تنویر وہ فکر کی درستی ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں آئندہ جو خیالات بھی پیدا ہوں درست ہی ہوں۔ تو

روحانی ترقی کے لئے تنویر فکر

ضروری ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانی ترقی کے لئے تقوےٰ و طہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو تنویر کے معنے دماغ کی نسبت سے ہیں۔ وہی تقوےٰ کے معنی دل کی نسبت سے ہیں۔ ہمارے لوگ عام طور پر غلطی سے نیکی اور تقوےٰ کو ایک چیز سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ نیکی وہ نیک کام ہوتا ہے۔ جو ہم کر چکے ہیں۔ یا آئندہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مگر تقوےٰ یہ ہے۔ کہ انسان ایسے مقام

پر کھڑا ہو جائے۔ کہ اس کے اندر آئندہ جو جذبات بھی پیدا ہوں۔ وہ نیک ہوں۔ تو افکار کے لئے تنویر اور جذبات کے لئے تقوےٰ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور جب کسی انسان کو تنویر افکار اور تقوےٰ قلب حاصل ہو جائے تو وہ بدی کے حملہ سے بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور ایسا انسان اللہ تعالےٰ کے فضل کے نیچے آجاتا ہے:

پس یہ

دو چیزیں

ہیں۔ جن کی جماعت کو ضرورت ہے۔ ایک تو یہ کہ ہمارے خیالات صحیح ہوں۔ اور ہمارے جذبات پاکیزہ ہوں۔ اور دوسری یہ کہ نہ صرف ہمارے خیالات صحیح ہوں۔ بلکہ ہمارے اندر ایسا ملکہ پیدا ہو جائے۔ کہ آئندہ جب بھی ہمیں کوئی خیال پیدا ہو۔ وہ صحیح ہو۔ اور نہ صرف

ہمارے جذبات پاکیزہ ہوں

بلکہ ہمارے اندر ایسا ملکہ پیدا ہو جائے کہ آئندہ جب بھی ہمارے اندر جذبات پیدا ہوں وہ پاکیزہ ہوں۔ اول امر کو تنویر کہتے ہیں۔ اور دوسرے امر کو تقوےٰ۔ چنانچہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کسی دماغ کو تنویر عطا کی جاتی ہے اور کسی کے دل میں ایسا مادہ تقوےٰ پیدا کر دیا جاتا ہے۔ کہ باوجود کسی بات کو نہ جاننے کے وہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ شیطان اس موقعہ پر مجھے دھوکا دے رہا ہے۔

چند بزرگوں کے متعلق

آتا ہے۔ کہ ایک دفعہ وہ اکٹھے مل کر سفر کر رہے تھے۔ کہ راستہ میں ایک شخص نے مہمان نوازی کے طور پر ان کی دعوت کی۔ اور کھانا ان کے سامنے رکھا۔ جب وہ کھانا کھانے کے لئے بیٹھے۔ تو معاً سب نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے۔ جب انہوں

نے ایک دوسرے سے پوچھا - کہ آپ نے ہاتھ کیوں کھینچے ہیں - تو ہر ایک نے یہی کہا - کہ یہ کھانا طیب معلوم نہیں ہوتا - آخر جس نے دعوت کی تھی - اُسے بُلا کر انہوں نے پُوچھا - تو مجھے اب اچھی طرح یاد نہیں - اُس نے جانور کے متعلق یہ کہا - کہ وُہ مر گیا تھا - اور میں نے اس کا گوشت حاصل کر لیا - یا اور کوئی ایسی ہی بات تھی - اور اس طرح اُس نے اقرار کیا - کہ واقعہ میں یہ کھانا جائز نہیں تھا - آخر اس نے پوچھا - کہ آپ لوگوں نے یہ کیونکر معلوم کر لیا - کہ یہ کھانا ناجائز ہے تو اُن سب نے یہ جواب دیا - کہ جب یہ کھانا ہمارے سامنے رکھا گیا - تو ہمارے نفس میں اس کے کھانے کے لئے خاص طور پر رغبت پیدا ہُوئی - جس سے ہم نے سمجھا - کہ یہ ضرور کوئی گناہ والی بات ہے - تبھی ہمارا نفس اس قدر رغبت کا اظہار کر رہا ہے - اب یہ ایک

جذباتی امر

ہے - افکار سے اس کا تعلق نہیں کیونکہ فکر ظاہری باتوں پر غور کر کے دلیل کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے - تو جب انسان ایسے مقام پر کھڑا ہو جائے اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کی خود بخود راہ نمائی ہوتی چلی جاتی ہے - اور اس کو ایسی مخفی ہدایت ملتی ہے - جسے الہام بھی نہیں کہہ سکتے - اور جس کے متعلق ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے - کہ وُہ الہام سے جُدا امر ہے - الہام تو ہم اس لئے نہیں کہہ سکتے - کہ وُہ لفظی الہام نہیں ہوتا - اور عدم الہام ہم اس لئے نہیں کہہ سکتے - کہ وُہ عملی الہام ہوتا ہے اور انسانی قلب پر اللہ تعالےٰ کا فرشتہ نازل ہو کر بتا دیتا ہے کہ معاملہ یوں ہے حالانکہ لفظوں میں یہ بات نہیں بتائی جاتی بعض دفعہ جب اس سے بھی واضح رنگ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی بات بتائی جاتی ہے - تو اسے کشف کہہ دیتے ہیں جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے - کہ بہت سے آدمی جب میرے سامنے آتے ہیں - تو اُن کے اندر سے مجھے ایسی شعاعیں نکلتی معلوم دیتی ہیں جن سے مجھے پتہ لگ جاتا ہے - کہ ان کے اندر یہ یہ عیب ہے - یا یہ یہ خوبی ہے مگر یہ اجازت نہیں ہوتی - کہ انہیں اس عیب سے مطلع کیا جائے - میں نے اپنے طور پر بھی دیکھا ہے - کہ بعض دفعہ جب کوئی شخص مجھ سے ملتا ہے - تو اس شخص کے قلب میں سے ایسی شعاعیں نکلتی دکھائی دیتی ہیں - جن سے صاف طور پر اس کا

اندرونہ کھل جاتا ہے

اور معلوم ہو جاتا ہے - کہ اس کے اندر کوئی کپٹ ہے - یا غصہ ہے - یا محبت ہے - ایک دفعہ ایک دوست مجھ سے ملنے آئے - وُہ نہایت ہی مخلص تھے - مگر مجھ پر اُس وقت اثر ایسا پڑا جس سے میں نے محسُوس کیا - کہ ان کے دل میں کوئی خرابی پیدا ہو چکی ہے - میں نے بعض دوستوں سے اس کا ذکر کیا - کہ مجھے ایسا نظارہ نظر آیا ہے - مگر انہوں نے اس دوست کی بڑی تعریف کی - حالانکہ میرے ساتھ ایسا کئی دفعہ ہُوا ہے - کہ ایک شخص مجھ سے ملنے آیا اور وُہ حقیقت میں مخلص ہے - تو میں نے محسُوس کیا - کہ میری رُوح میں سے کوئی چیز نکل رہی ہے - اور اس کی رُوح میں سے بھی کوئی چیز نکل رہی ہے - اور وُہ آپس میں مل گئی ہیں - مگر جب دُوسرا شخص مخلص نہ ہو - تو یوں معلوم ہوتا ہے - کہ میری رُوح اُس کی رُوح کو دھکا دے رہی ہے - اس طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ اُس شخص کے دل میں جذباتِ تنافر پائے جاتے ہیں - مگر جب ارواح کا اتصال ہو جائے - تو معلوم ہوتا ہے - کہ اس میں جذباتِ محبت پائے جاتے ہیں - پس وُہ دوست بھی جب مجھ سے ملنے آئے - تو میری فطرت نے محسُوس کیا - کہ اُن کے اندر خرابی پیدا ہو چکی ہے - حالانکہ وُہ اس وقت نہایت مخلص تھے - آخر سالہا سال کے بعد اس دوست کو ٹھوکر لگی - اور پھر اُن کے خیالات میں بھی کئی تبدیلیاں پیدا ہو گئیں - گو یہ بات ابتلاء تک ہی رہی اور اللہ تعالےٰ نے انہیں گمراہ ہونے سے بچا لیا - مگر بہرحال بات ظاہر ہو گئی اور ان کے اندر جو تنافر اور سلسلہ کے کاموں سے بے رغبتی کا جذبہ کام کر رہا تھا - وُہ ظاہر ہو گیا :-

پس ایسا معاملہ میرے ساتھ بھی کئی دفعہ ہُوا ہے - گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا تھا - اور میرے ساتھ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے - لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ کی یہی سنت ہے - کہ جب تک انسان اپنی خطرت کو آپ ظاہر نہیں کر دیتا - وُہ اُسے مجرم قرار نہیں دیتا - اس لئے اس سنت کے ماتحت انبیاء اور ان کے اظلال کا بھی یہی طریق ہے - کہ وُہ اس وقت تک

کسی شخص کے اندرُونی عیب کا کسی سے ذکر

نہیں کرتے - جب تک وُہ اپنے عیب کو آپ ظاہر نہ کر دے - اللہ تعالےٰ کی اس سنت کا اس بات سے ہی علم ہو سکتا ہے - کہ ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اسی وقت یہ جانتا ہے - کہ بڑا ہو کر یہ مثلاً ڈاکو بنے گا - مگر خدا تعالےٰ باوجود علم کے اُسے سزا نہیں دیتا - یا ایک شخص کے دل میں گناہ کے خیالات پیدا ہو رہے ہوتے ہیں - مگر خدا تعالےٰ دل کے خیالات پر اس وقت تک گرفت نہیں کرتا - جب تک عمل سے اُن خیالات کو وُہ پورا کرنے کی کوشش نہ کرے - یہی حال اس کے مقربین کا بھی ہوتا ہے - جب وُہ اپنے کسی بندے کو دُوسرے کا عیب بتاتا ہے - تو ساتھ ہی یہ حکم بھی دے دیتا ہے کہ اس عیب کو ظاہر نہ کرو - کیونکہ اس وقت جب ایک شخص ظاہر میں نیک کہلاتا ہو - اس کی ظاہری نیک نامی کو برباد کرنا بھی گناہ ہوتا ہے :-

غرض ہماری جماعت کو دُنیا کا روحانی ہتھیاروں سے مقابلہ کرنے کے لئے

اپنے قلوب کی اصلاح کرنی چاہیئے

مگر میں دیکھتا ہوں - کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگ غصہ اور جوش میں آجاتے ہیں - کئی ہیں - جو امانت میں خیانت کرتے ہیں - کئی ہیں - جو اپنی ذمہ واری کو صحیح رنگ میں ادا نہیں کرتے - یہ مثالیں جہاں غیر از جماعت لوگوں پر بُرا اثر ڈالتی ہیں - وہاں اپنی جماعت کے بعض لوگ بھی ایسے لوگوں کو دیکھ کر عمل میں سست ہو جاتے ہیں - حالانکہ تم نے کبھی نہیں دیکھا ہو گا - کہ ایک شخص خودکشی کرے تو اُسے دیکھ کر سارے لوگ خودکشی کرنے لگ جائیں - مگر دُنیا میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں - جو دوسروں کو جب

نیک اعمال میں سُستی

کرتے دیکھتے ہیں - تو خود بھی سستی کرنے لگ جاتے ہیں - حالانکہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے - تو دوسروں کا یہ کام نہیں ہوتا - کہ وُہ اس گناہ کی نقل کریں بلکہ ان کا کام یہ ہوتا ہے - کہ وُہ اس گناہ کو روکیں - اور خود اس سے بچنے کی کوشش کریں - تم نے کبھی نہیں دیکھا ہو گا - کہ جب ڈاکہ یا چوری کی وارداتیں لوگ سُنیں - تو ڈاکہ - اور چوری کو پسند کرنے لگ جائیں - پھر اگر ڈاکہ اور چوری جو تمدنی گناہ ہیں - انہیں دیکھ کر ڈاکہ اور چوری سے نفرت ہی پیدا ہوتی ہے - ان کی طرف رغبت پیدا نہیں ہوتی - تو جو

اخلاقی اور مذہبی گناہ

ہیں - انہیں دیکھ کر بھی نفرت ہی پیدا ہونی چاہیئے - اگر ایک ڈاکہ کی واردات سُنکر سارے زمیندار یہ کہنے لگ جاتے ہیں - کہ فلاں نے بہت بُرا کیا - تو کسی کے متعلق یہ سُنکر کہ وُہ نماز نہیں پڑھتا - ایک شخص کے دل پر یہ اثر ہونا کہ معلوم ہوتا ہے - یہ معمولی بات ہے - آئندہ میں بھی ایسا ہی کروں گا - محض حماقت اور نادانی ہے پس بُری مثالوں سے اپنی قوتِ عمل کو کمزور نہیں ہونے دینا چاہیئے - اور

نہ بُری باتوں کی تشہیر کرنی چاہیئے

کیونکہ اس طرح بدی دنیا میں کثرت سے پھیل جاتی ہے۔ یہی امر خدا تعالےٰ نے سورۂ نور میں ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون میں بیان فرمایا ہے۔ اور بتایا ہے کہ بُری باتوں کا مجالس میں تذکرہ نہیں کرنا چاہیئے۔ ورنہ لوگ عام طور پر ان باتوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔

میں نے ابھی کہا ہے کہ دنیا میں لوگ کثرت سے ڈاکہ اور چوری وغیرہ بُرے افعال سے نفرت کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے میں کہتا ہوں کہ اگر یہ واقعات بجائے شاذ و نادر ہونے کے کثرت سے ہونے لگ جائیں۔ یا ان کا ذکر لوگوں میں کثرت سے ہونے لگے۔ تو تھوڑے ہی دنوں میں تم دیکھو گے کہ ڈاکہ کی وارداتیں زیادہ ہونے لگی ہیں

گجرات۔ شیخوپورہ اور گوجرانوالہ وغیرہ اضلاع

میں کئی بڑے بڑے شریف نمازی اور تہجد گزار کہلانے والے دوسرے کی بھینس کھول کر گھر لے آئیں گے۔ اور اس بات کا ذرا بھی احساس نہیں کرینگے کہ انہوں نے کوئی بُرا کام کیا ہے۔ میرے ایک دفعہ گھوڑے چوری ہو گئے تو ایک احمدی نے جو پہلے چوروں کے ساتھ مل کر چوریاں کیا کرتے تھے مجھے کہلا بھیجا۔ کہ آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم سارے علاقہ کو سیدھا کر دیتے ہیں۔ میں نے پیغامبر کو جواب دیا کہدینا کہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے بڑھاپے میں توبہ کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اب یہی بہتر ہے کہ آپ اپنی توبہ پر قائم رہیں اور اسکو توڑنے کی کوشش نہ کریں۔ اللہ تو ہے ہمیں اور گھوڑے دیدیگا۔

غرض بعض علاقوں میں جانوروں کی چوری کی اتنی کثرت ہے۔ کہ اسے اعلےٰ درجہ کا بہادری کا فن سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً گجرات کے علاقہ میں ہی بعض اقوام میں پہلے یہ رواج ہوا کرتا تھا۔ گو اب شائد نہیں کہ بیٹے کو پگڑی نہیں پہناتے تھے۔ جب تک وہ ایک چوری کی بھینس اپنی بہن کو لا کر نہ دے۔ لڑکا جب جوان ہو جاتا اور پگڑی اس کے سر پر نہ ہوتی۔ تو اپنے رشتہ دار اسے طعنے دیتے اور کہتے بے حیا اتنا بڑا ہو گیا ہے۔ مگر اب تک اس سے اتنا بھی نہیں ہو سکا۔ کہ ایک بھینس چرا کر اپنی بہن کو لا دے۔ اور اپنے سر پر پگڑی بندھوائے۔ اس طرح ہر نوجوان کو چوری پر مجبور کیا جاتا اور وہ بڑا ہو کر جانوروں کا چور بنتا ہماری جماعت کے ایک مخلص احمدی ہیں۔ بلکہ اب تو وہ ہجرت کر کے قادیان آئے ہوئے ہیں۔ جب وہ شروع شروع میں آئے۔ تو ان کا ایک لڑکا ان کے ساتھ تھا۔ جس کے سر پر پگڑی نہیں تھی۔ ہماری والدہ صاحبہ حضرت ام المومنین نے گھر میں ان کی اہلیہ سے دریافت کیا کہ اس بچے کے سر پر پگڑی کیوں نہیں تو اس نے بتایا کہ جب یہ کسی کی بھینس چرا کر اپنی بہن کو لا کر دے گا۔ تب اس کے سر پر پگڑی باندھی جائے گی۔ کیونکہ یہ ہمارے علاقہ کا دستور ہے۔ گو وہ دوست ہمیشہ یہ واقعہ سنکر شرمندہ ہوا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ بات نہیں تھی۔ میرے گھر والوں نے صرف ہنسی سے ایسا ذکر کیا تھا۔ مگر بہر حال ان کے علاقہ میں یہ رواج تو تھا۔ تبھی انکی اہلیہ نے ذکر کیا۔ یہی بات ایک دفعہ ہمارے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے سنی۔ تو اس کا ان پر اتنا اثر ہوا۔ کہ ایک دفعہ جبکہ مجلس میں بعض اور دوست بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ برسبیل تذکرہ وہ کہنے لگے کہ گجرات کا ہر شخص چور ہوتا ہے۔ میرے ذہن میں اس وقت یہ حکائت نہیں تھی۔ میں نے کہا۔ یہ صحیح نہیں۔ ہر علاقہ میں نیک لوگ بھی ہوتے ہیں۔ کہنے لگے نہیں گجرات کا ہر شخص چور ہوتا ہے۔ میں نے کہا۔ میر صاحب آپ کی یہ بات درست نہیں۔ ہماری جماعت میں بھی اس علاقہ کے لوگ شامل ہیں۔ اور وہ بڑے نیک ہیں۔ وہ میری اس بات پر بھی کہنے لگے۔ خواہ کچھ ہو چور ضرور ہوں گے۔ میرا ذہن اس وقت تک بھی اس قصہ کی طرف نہیں گیا۔ اور میں نے چند دوستوں کے نام لئے کہ دیکھیں فلاں دوست کیسے نیک ہیں۔ فلاں دوست کیسے نیک ہیں۔ وہ کہنے لگے اگر وہ گجرات کے ہیں تو چور ضرور ہوں گے۔ اس دوران میں چونکہ ایک مذاق کی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ اس لئے میں نے نام لے کر کہا۔ کہ

حافظ روشن علی صاحب

گجرات کے علاقہ کے ہیں۔ کیا وہ بھی چور ہیں۔ میرے اس جواب پر میر صاحب کہنے لگے۔ حافظ روشن علی صاحب گجرات کے ہیں؟ میں نے کہا ہاں اس پر وہ پہلے تو ذرا رک گئے۔ پھر بولے اگر وہ گجرات کے ہیں۔ تو وہ بھی چور ہوں گے۔ آخر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ اتنے وثوق سے یہ بات کیوں کہہ رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ وہاں تو دستور ہے۔ بچہ کے سر پر اس وقت تک پگڑی نہیں باندھتے جب تک وہ ایک بھینس چرا کر گھر میں نہ لے آئے۔ اس تشریح سے غالباً گجرات کے دوستوں کے دل کی تکلیف جاتی رہے گی۔ ورنہ پہلے تو انہیں ان کی بات بری ہی لگی ہوگی۔ اب یہ جو رسم ان علاقوں میں ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے۔ کہ ان اضلاع میں چونکہ ہر وقت جانوروں کی چوری کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے

سارے علاقہ میں چوری کا رواج

ہو گیا ہے۔ یوں اگر وہ سنیں۔ کہ کسی نے دوسرے کا روپیہ اٹھا لیا ہے۔ تو وہ بھی بُرا مناتے ہیں۔ لیکن جانوروں کی چوری کے ذکر پر ان کے دلوں میں کوئی احساس پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا ذکر ان میں عام ہے۔ اور جس بدی کا ذکر عام ہو جائے۔ وہ قوم کے افراد میں پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح

پٹھانوں میں قتل کا رواج

ہے۔ اور وہ اسے کوئی عیب نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ہر وقت ان میں قتل کا چرچا رہتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ کسی پٹھان کا لڑکا ایک ہندو سے پڑھتا تھا۔ ایک دن استاد کسی بات پر ناراض ہوا۔ تو لڑکے نے تلوار اٹھالی اور چاہا کہ اسے قتل کر دے۔ وہ ہندو آگے آگے بھاگا۔ اور لڑکا پیچھے پیچھے۔ وہ بھاگتا جا رہا تھا۔ کہ رستہ میں اس لڑکے کا باپ مل گیا۔ اس نے یہ سمجھتے ہوئے کہ باپ اسے روک لے گا۔ کہا خان صاحب دیکھئے آپ کا لڑکا مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ ساتھ ہی رو گئے۔ اب خان صاحب بجائے اس کے کہ اپنے لڑکے کو روکتے اس ہندو کو گالی دے کر کہنے لگے۔ او بنیئے کیا کر رہا ہے۔ میرے بیٹے کا پہلا وار ہے۔ یہ خالی نہ جائے۔

غرض جب اشاعت فحش ہو۔ اور بدی کا ذکر عام طور پر لوگوں کی زبان پر ہو۔ تو وہ بدی قوم میں پھیل جاتی ہے۔ اس لئے ہماری شریعت نے

عیوب کا عام تذکرہ

ممنوع قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے جو اولی الامر ہیں ان تک بات پہونچا دو۔ اور خود خاموش رہو۔ اگر ایسا نہ کیا جائے۔ اور ہر شخص کو یہ اجازت ہو۔ کہ وہ دوسرے کا جو عیب بھی سنے اسے بیان کرتا پھرے۔ تو اس کے نتیجہ میں قلوب میں سے بدی کا احساس مٹ جاتا ہے۔ اور برائی پر دلیری پیدا ہو جاتی ہے۔ پس اسلام نے بدی کی اس جڑ کو مٹایا۔ اور حکم دیا۔ کہ تمہیں جب کوئی بُرائی معلوم ہو تو اولی الامر کے پاس معاملہ پہونچا دو۔ جو سزا دینے کا بھی اختیار رکھتے ہیں۔

اور تربیت نفوس - اور اصلاح قلوب کے لئے اور تدابیر بھی اختیار کر سکتے ہیں - اس طرح بدی کی تشہیر نہیں ہوگی - قوم کا کیرکٹر محفوظ رہے گا - اور لوگوں کی اصلاح بھی ہو جائے گا -

پس یاد رکھو - کہ

نیکی کی تشہیر اور بدی کا اخفا

یہ کوئی معمولی بات نہیں - بلکہ قومیں اس سے بنتی - اور قومیں اس سے بگڑتی ہیں - جتنا تم اس بات کا زیادہ ذکر کروگے - کہ فلاں اتنی قربانی کرتا ہے فلاں اس طرح نمازیں پڑھتا ہے - فلاں اس اہتمام سے روزے رکھتا ہے - اتنا ہی لوگوں کے دلوں میں دین کے لئے قربانی کرنے - اور نمازیں پڑھنے - اور روزے رکھنے کی خواہش پیدا ہوگی - اور جتنی تم اس بات کو شہرت دوگے - کہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں - وہ خیانت کرتے ہیں - وہ چوری کرتے ہیں - وہ ظلم کرتے ہیں - اتنا ہی لوگوں کو ان بدیوں کی طرف رغبت پیدا ہوگی - اسی لئے قرآن کریم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے - کہ جب تم کسی کی نیکی دیکھو - تو اسے خوب پھیلاؤ اور جب کسی کی بدی دیکھو - تو اس پر پردہ ڈالو - ایک بلی بھی جب پاخانہ کرتی ہے - تو اس پر مٹی ڈال دیتی ہے پھر انسان کے لئے کس قدر ضروری ہے کہ وہ بدی کی تشہیر نہ کرے - بلکہ اس پر پردہ ڈالے - اور اس کے ذکر سے اپنے آپ کو روکے - اگر اس ذکر سے اپنے آپ کو نہیں روکا جائے گا - تو متعدی امراض کی طرح وہ بدی قوم کے دوسرے افراد میں سرایت کرے گی - اور خود اس کا خاندان تو لازماً اس میں مبتلا ہوگا :-

تو بدیوں میں لوگوں کی نقل نہیں کرنی چاہیئے - بلکہ نیکیوں میں لوگوں کی نقل کرنی چاہیئے - اور ضمنی طور پر میں نے یہ بھی بتایا ہے - کہ نیکیوں کی تشہیر ضروری ہوتی ہے - اور بدیوں کا چھپانا ضروری ہوتا ہے - دیکھو - باوجود اس بات کے کہ ریاء سے اللہ تعالےٰ نے منع کیا ہے - پھر بھی اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنی ریاء تو منع ہے - لیکن اگر بر سبیل تذکرہ بغیر اس کے کہ فخر ہو یا خیلاء اور تکبر ہو - اگر کبھی تم

اپنی نیکیوں کا ذکر

کر دیا کرو - تو یہ اور لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہو سکتا ہے - اور ایسا کرنا پسندیدہ امر ہے - رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق بھی آتا ہے - کہ بعض دفعہ جب ضروریاتِ دینی کے لئے آپ صحابہ سے چندہ کا مطالبہ کرتے تو لوگوں کو تحریص دلانے کے لئے فرماتے کہ فلاں نے اتنا چندہ دیا ہے - اب کون ہے - جو اس سے سبقت لے جائے اس پر صحابہ نیکی میں مقابلہ کرتے - اور ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے - لیکن ایسا کبھی کبھار کرنا چاہیئے جب ریاء اور نمائش نہ ہو - یا تماشہ کی صورت نہ بن جائے - جیسے انجمنوں میں کیا جاتا ہے - کہ ایک پنسل رکھ کر کہا جاتا ہے - یہ فلاں یتیم کی پنسل ہے - کتنے روپے کو لوگے - یہ تماشہ ہے - اور اس قسم کا فعل کوئی پسندیدہ فعل نہیں سمجھا جا سکتا - لیکن اگر لوگوں کو نیکی کی تحریص و ترغیب دلانے کے لئے بعض دفعہ اپنی نیکی کا ذکر کر دیا جائے - تو نہ صرف یہ کہ یہ جائز ہے - بلکہ بسا اوقات مفید ثابت ہوتا ہے :-

پس ہماری جماعت کو

نیکیوں میں بڑھنے کی کوشش

کرنی چاہیئے - دشمن اگر گندے حملے کرتا ہے - تو کرے - تمہیں اس کے مقابلہ میں گندے حملے کرنے کی کیا ضرورت ہے - اور اگر تم بھی ویسا ہی گندہ حملہ کر دو - تو یہ ویسی ہی مثال ہوگی - جیسے کہتے ہیں کہ کسی بے وقوف کا کٹورہ کوئی نمبردار مانگ کر لے گیا - پھر شاید وہ بھول گیا یا اس کا ارادہ ہی واپس کرنے کا نہ رہا - حتےٰ کہ کئی دن گزر گئے - ایک دن وہ بے وقوف اس کے گھر چلا گیا - اور دیکھا کہ وہ اس کے کٹورے میں ساگ کھا رہا ہے - وہ کہنے لگا - نمبردار یہ کیسی بُری بات ہے - کہ تم مجھ سے کٹورہ مانگ کر لائے - اور چار پانچ مہینے ہو گئے - مگر تم نے اب تک واپس نہیں کیا - پھر وہ اپنے آپ کو گالی دے کر کہنے لگا - تم تو ساگ کھا رہے ہو - میں بھی اگر تمہارے کٹورہ میں نجاست ڈال کر نہ کھاؤں - تو مجھے ایسا ایسا سمجھنا :-

اب کوئی اس سے پوچھے - کہ اگر تم نجاست ڈال کر کھاؤگے - تو تم ہی نقصان اٹھاؤگے - اس کا کیا ہوگا - تو بدی کے مقابلہ میں بدی کا استعمال کسی صورت میں جائز نہیں - دشمن ہر قسم کی شرارتیں کر رہا ہے - اور کرے گا - مگر تمہیں جہاں تک ہو سکے - اپنے جذبات پر قابو رکھنا چاہیئے - اور نیکیوں میں بڑھتے چلے جانا چاہیئے - آخر وہ گند جو ہمارا دشمن اچھال رہا ہے - ہم وہ گند اچھال کس طرح سکتے ہیں - جب تک ہم بھی اس کی طرح سچ کو نہ چھوڑ دیں اور اگر ہم اس کا مقابلہ کرتے ہوئے سچ کو چھوڑ دیں - اور جھوٹ کو اختیار کر لیں - تو پھر تو وہی جیتا - اور ہم ہارے :-

یہی طریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی دشمنوں کا تھا - اور یہی طریق پہلے انبیاء کے زمانہ میں مخالفین نے اختیار کیا - یہ تو منہاج نبوت ہے - اور ناممکن ہے - کہ دشمن

جھوٹ اور فریب سے کام

نہ لے :-

ابھی پچھلے ایام میں لاہور کے کالج کے جو طالب علم آئے تھے - ان کے سامنے میں نے ایک تقریر کرتے ہوئے انہیں بتایا تھا - کہ میرے خلاف ایک درخواست شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی طرف سے عدالت میں اس مضمون کی دی گئی تھی - کہ میں نے اپنے ایک خطبہ میں جماعت کے دوستوں کو کہا ہے - کہ اپنے دشمنوں کو قتل کرو - حالانکہ بات کیا تھی ؟ بات صرف اتنی تھی - کہ انہوں نے میرے اس خطبہ میں سے ایک فقرہ کہیں سے لے لیا - اور دوسرا کہیں سے - مثلاً ایک فقرہ اگر میں نے ایک جگہ کہا ہے - تو اس کو لے لیا پھر دو چار کالم چھوڑ کر ایک اور فقرہ لے لیا - اور ان دونوں کو ملا کر ایک نتیجہ قائم کر لیا - اور کہہ دیا - کہ جماعت کو قتل کرنے کی تحریک کی گئی ہے - حالانکہ اصل مضمون اس کے بالکل الٹ تھا - مثلاً میں نے جو کچھ خطبہ جمعہ میں کہا - اور آپ لوگوں میں سے اکثر نے سنا - وہ یہ تھا - کہ دنیا میں لوگ دو طریق سے کامیاب ہوا کرتے ہیں - یا تو وہ دوسروں کو مار کر ان پر غالب آنے کی کوشش کرتے ہیں - جیسے قومیں ایک دوسرے سے لڑائیاں کرتی اور مدمقابل کو زک پہونچانے کی کوشش کرتی ہیں - اور یا وہ ماریں کھاتے - اور خاموش رہتے ہیں - اور اس طرح ان کی مظلومیت ایک دن رنگ لاتی - اور انہیں اپنے مقاصد میں کامیاب کر کے دکھا دیتی ہے - پھر میں نے بتایا - کہ گو دنیوی طریق یہی ہے - کہ دوسروں کو مار کر ان پر غالب آنے کی کوشش کی جائے -

[ا]ن نبیوں کا طریق جو قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ اور جو انبیاء کی جماعتوں کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ ماریں کھائیں اور خاموش رہیں گالیاں سنیں اور دم نہ ماریں۔ اب جو میں نے کہا تھا۔ کہ نبیوں کی جماعتوں والا طریق یہ ہے کہ تم ماریں کھاؤ اور خاموش رہو۔ اس کو تو انہوں نے حذف کر دیا۔ اور میرے اس فقرہ کو لے لیا۔ کہ کامیابی دشمن کو مار کر حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ میں نے وہاں صاف طور پر بتا دیا تھا۔ کہ یہ دنیوی طریق ہے انبیاء کا طریق نہیں ہے۔ مگر چونکہ تمام فقرات اگر وہ نقل کر دیتے۔ تو ان کا دعوےٰ خود ہی باطل ہو جاتا۔ اس لئے انہوں نے کوئی فقرہ کہیں سے لے لیا اور کوئی کہیں سے اور اس کا ایک مفہوم نکال کر کہہ دیا۔ کہ اس میں اپنے دشمنوں کو قتل کرنے کی تحریک کی گئی ہے۔ یہ ویسی ہی بات ہے۔ جیسے ہم دوران گفتگو میں اگر یہ کہیں کہ فلاں چور یہ کہتا ہے۔ کہ چوری کر۔ تو دوسرا اس فقرہ کے ابتدائی حصہ کو جس میں چور کی طرف بات منسوب کی گئی ہے حذف کر کے کہنا شروع کر دے۔ کہ یہ لوگوں کو کہتے پھرتے ہیں۔ کہ چوری کرو۔ اور اس امر کو چھپا ڈالے۔ کہ چور کا قول نقل کیا گیا تھا۔ نہ کہ اپنی طرف سے بات کہی تھی۔ اسی قسم کے ایک شخص کے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ نمازیں نہیں پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن لوگوں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ بھئی نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ وہ کہنے لگا۔ میں نماز کیا پڑھوں قرآن کریم خود کہتا ہے کہ نماز نہ پڑھو۔ انہوں نے کہا کس جگہ۔ وہ کہنے لگا دیکھو قرآن میں صاف لکھا ہے۔ لا تقربوا الصلوٰۃ نماز کے قریب بھی مت جاؤ۔ حالانکہ اس سے اگلا فقرہ یہ ہے۔ وانتم سکاریٰ۔ یعنی ایسی حالت میں نماز نہ پڑھو جبکہ تم مدہوش ہو۔ جیسے سخت نیند آئی ہوئی ہو۔ یا غصہ میں ہو کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ایسی حالت میں انسان کچھ کا کچھ بکواس کرنے لگتا ہے۔ اور ممکن ہے وہ

دعا کرنے کی بجائے بد دعا

کرنے لگ جائے۔ مگر یہ فقرہ چونکہ اس کے مفید مطلب نہیں تھا۔ اس لئے اس نے اسے چھوڑ دیا۔ اور پہلا حصہ لے کر کہہ دیا۔ کہ میں کیا کروں مجبور ہوں۔ اگر قرآن کا حکم نہ مانوں تو گنہگار ٹھہروں۔ لوگوں نے کہا اس آیت کا ذرا اگلا حصہ بھی پڑھو۔ وہ کہنے لگا۔ سارے قرآن پر کس نے عمل کیا ہے۔ کوئی کسی حصے پر عمل کر لیتا ہے اور کوئی کسی پر۔ میں اس حصے پر عمل کرتا ہوں۔ تم دوسرے پر عمل کر لو۔ اسی طرح

اپنے خطبہ میں جو میں نے کہا تھا

کہ بعض شریر اور مفسد لوگ محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے خلاف جیسا کہ اسے میں سمجھتا ہوں۔ چاہتے ہیں کہ تشدد اور سختی سے دشمن کا مقابلہ کریں۔ وہ خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والے ہیں۔ انبیاء کی جماعتیں اسی صورت میں کامیاب ہوا کرتی ہیں۔ جب وہ وہی طریق اختیار کریں۔ جو خدا نے ان کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور جو یہ ہے کہ وہ ماریں کھائیں اور چپ رہیں۔ اس قسم کے تمام فقرات انہوں نے کاٹ دیئے۔ اور دوسرے نامکمل فقرے لیکر شور مچا دیا۔ کہ انہوں نے ہمارے متعلق اپنی جماعت کو کہا ہے۔ کہ انہیں مارو۔ اسی طرح اس خطبہ میں بھی میرا ایک فقرہ ہے۔ اور کئی دوسرے خطبات میں بھی وہ فقرہ آتا ہے۔ کہ دیکھو تم میں سے کئی ہیں جو معمولی باتوں پر اظہار غضب کرتے ہیں۔ میں کس طرح مان لوں۔ کہ وہ غیرتمند ہیں۔ اگر وہ سچے ہیں تو دوسروں کو کیوں جوش دلاتے ہیں۔ خود انہیں کوئی غیرت نہیں آتی۔ اور وہ اسلام پر اپنی آنکھوں سے دشمن کی طرف سے حملے ہوتے دیکھتے ہیں۔ اور گھروں میں خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ اب اس کا بھی یہ مطلب نہیں ہوتا کہ جاؤ اور دشمن سے لڑو۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ تم جماعت میں جوش پیدا کرتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ ہم اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ یہ جھوٹ ہے اگر ایسا ہوتا تو دوسروں کو جوش نہ دلاتے۔ خود اپنے عقیدہ کے مطابق لوگوں سے لڑتے۔ مگر انہوں نے اس فقرہ کا بھی یہ مفہوم لے لیا۔ کہ گویا میں نے لوگوں سے یہ کہا ہے کہ تم لڑتے کیوں نہیں اور بے غیرت بنکر کیوں بیٹھے ہو۔ غرض کوئی فقرہ اس کالم سے اور کوئی اس کالم سے کوئی اس صفحہ سے اور کوئی دو چار صفحے چھوڑ کر اگلے صفحہ سے انہوں نے لے لیا۔ اور اس طرح لا تقربوا الصلوٰۃ والے فقرہ کی طرح انہوں نے بھی ایک مضمون تیار کر لیا حالانکہ بعض جگہ میں نے اپنی بات نہیں بیان کی بلکہ دنیا کا عام طریق یا

دشمن کا مقولہ

بیان کیا ہے۔ اور اگر اس طرح استدلال کرنا درست ہو تو قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام نے یہ جو فرمایا ہے۔ کہ اے خدا دشمنوں کے عمائد ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ تم ودّ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق اور نسر کو مت چھوڑو۔ اور ان کی پرستش کئے چلے جاؤ۔ اس کے ابتدائی الفاظ کو جن میں یہ بات کفار کے عمائد کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ حذف کر کے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ حضرت نوحؑ نعوذ باللہ مشرک تھے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ ودّ اور سواع اور دوسرے معبودان باطلہ کی پرستش مت چھوڑو مگر کیا کوئی بھی عقلمند اس استدلال کو درست قرار دے گا اسی طرح جن باتوں کی میں نے اس میں تردید کی ہے۔ اور جنہیں اپنی تعلیم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف بتایا ہے۔ اور کہا ہے کہ جو ان کو نہیں چھوڑتا وہ قرآن کریم اور اسلام کی نافرمانی کرتا ہے انہی باتوں کو انہوں نے میری طرف منسوب کر دیا۔ اور جن فقرات میں یہ باتیں دوسروں کی طرف بتائی گئی تھیں۔ انہیں اڑا دیا۔

اب اس کے مقابلہ میں اگر تم بھی کہو کہ ہم بھی یہی طریق اختیار کریں گے۔ اور ہم بھی اسی طرح انہیں بدنام کریں گے تو بتاؤ اس کا فائدہ کیا ہوا۔ اور پھر تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ تم جیتے جبکہ واقعہ یہ ہوگا کہ تمہارا دشمن جیت گیا ہوگا۔ کیونکہ شیطان کی تو غرض ہی یہی ہے۔ کہ وہ تمہیں سچائی سے منحرف کر کے جھوٹ کے راستہ پر ڈال دے۔ پس اگر تم اس کا تتبع کر کے جھوٹ کو اختیار کر لو۔ تو بہر حال فتح تمہاری نہ ہوئی۔ بلکہ تمہارے دشمن کی ہوئی۔ تمہارا کام تو یہ ہے۔ کہ تم

اپنے مقام پر مضبوطی سے کھڑے رہو

اور دشمن کے مقابلہ میں بھی جھوٹ اور فریب سے کام نہ لو۔ دشمن اگر ان ہتھیاروں کو استعمال کرتا ہے۔ تو بیشک کرے۔ کیونکہ جب کسی انسان کا دل تقوےٰ سے خالی ہو جاتا ہے۔ اور بغض اس کی بصیرت کے آگے دیوار بن کر حائل ہو جاتا ہے۔ تو وہ عداوت اور دشمنی میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ آج ہی میرے پاس ایک شکائت پہونچی ہے کہ مصری صاحب کے بعض ساتھی ایک جگہ کھڑے تھے۔ کہ انہوں نے میری تصویر لے کر اس کی ایک آنکھ چاقو سے چھید دی۔ اور اس کے نیچے

رنجیت سنگھ کا نا

لکھ دیا۔ اور ایسی جگہ پھینکدیا۔ جہاں سے احمدی اسے اٹھالیں۔ یہ شکایت پہنچانے والے دوستوں نے لکھا ہے۔ کہ ہمیں یہ دیکھکر سخت غصہ اور جوش آیا۔ حالانکہ اس میں جوش کی کونسی بات تھی۔ دشمن جب عداوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو وہ اسی قسم کے ہتھیاروں پر اترا کرتا ہے۔ پھر ہمارے لئے تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمارے بزرگوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر

ایک دفعہ "زمیندار" نے لوگوں میں جوش پیدا کر کے جوتیاں مروائی تھیں۔ کچھ دن پہلے انہوں نے اس قسم کے مضمون لکھے کہ لوگوں میں اشتعال پیدا ہو۔

پھر "زمیندار" نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر اپنے اخبار میں شائع کردی اور اس پر کئی طرح عوام اور جہلاء نے تصویر کی ہتک کی۔ چنانچہ انارکلی لاہور میں عین سڑک کے درمیان ایک شخص نے تصویر چسپاں کردی تاکہ لوگوں کے پاؤں اس پر پڑیں۔ مگر کیا تم سمجھتے ہو۔ اس کے مقابلہ میں ہمیں بھی یہی چاہیئے کہ ہم ان کے باپ دادا کی تصویر لے کر اسے خراب کریں۔ اور اگر ہم بھی ایسا ہی کریں تو اس کا سوائے اس کے اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ بدی اور گند دنیا میں پھیلے۔

پس ان باتوں کی کبھی پرواہ نہ کرو اور نہ ان باتوں سے جوش اور اشتعال میں آؤ۔ یہ دشمن کے پرانے ہتھیار ہیں۔ اور ہمیشہ انبیاء کی جماعتوں کے مقابلہ میں اس قسم کے ہتھیار وہ استعمال کرتا چلا آیا ہے۔

میں جب خطبہ پڑھتا ہوں۔ تو

گلے کی خرابی کیوجہ سے

بعض دفعہ منہ میں دوا کی گولی رکھ لیتا ہوں یا بعض دفعہ پان کی گلوری منہ میں رکھ لیتا ہوں۔ چنانچہ پچھلے جمعہ میں بھی ایسا ہی ہوا اس پر ایک مصری صاحب کے چیلے نے ناظر امور عامہ کو گمنام چٹھی لکھدی اور لکھا کہ اچھے خلیفۃ المسیح ہیں ادھر خطبہ پڑھتے ہیں اور اُدھر جگالی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اب اس نے اس کا نام اگر جگالی رکھ دیا۔ تو میرا کیا بگڑا۔ اسی کی زبان خراب ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں

ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ آپ نے اسے تبلیغ کرنی شروع کی۔ تو باتوں باتوں میں آپ نے فرمایا۔ قرآن میں یوں آتا ہے۔ پنجابی لہجہ میں چونکہ ق اچھی طرح ادا نہیں ہو سکتا اور عام طور پر لوگ قرآن کہتے ہوئے قاریوں کی طرح ق کی آواز گلے سے نہیں نکالتے۔ بلکہ ایسی آواز ہوتی ہے جو ق اور ک کے درمیان درمیان ہوتی ہے۔ آپ نے بھی قرآن کا لفظ اس وقت معمولی طور پر ادا کر دیا۔ اس پر وہ شخص کہنے لگا بڑے نبی بنے پھرتے ہیں۔ قرآن کا لفظ تو کہنا آتا نہیں۔ اس کی تفسیر آپ نے کیا کرنی ہے۔ جونہی اس نے یہ فقرہ کہا حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید جو اس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اسے تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معاً ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دوسری طرف مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بیٹھے تھے دوسرا ہاتھ انہوں نے پکڑ لیا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر اسے تبلیغ کرنی شروع کردی۔ پھر آپ نے صاحبزادہ صاحب سے فرمایا۔ کہ ان لوگوں کے پاس یہی ہتھیار ہیں۔ اگر ان ہتھیاروں سے بھی یہ کام نہ لیں تو بتلائیں اور کیا کریں۔ اگر آپ یہی امید رکھتے ہیں۔ کہ یہ بھی دلائل سے بات کریں۔ اور صداقت کی باتیں ان کے منہ سے نکلیں تو پھر اللہ تعالےٰ کو مجھے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا مجھے بھیجنا ہی بتا رہا ہے۔ کہ ان لوگوں کے پاس صداقت نہیں رہی۔ یہی اوچھے ہتھیار ان کے پاس ہیں اور آپ چاہتے ہیں کہ یہ ان ہتھیاروں کو بھی استعمال نہ کریں۔

پھر دشمنانِ احمدیت کے ایسے ایسے

گندے خطوط

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پڑھے ہیں کہ انہیں پڑھکر جسم کا خون کھولنے لگتا تھا اور پھر یہ خطوط اتنی کثرت سے آپ کو پہنچتے کہ میں سمجھتا ہوں۔ اتنی کثرت سے میرے نام بھی نہیں آتے۔ میری طرف سال میں یا صرف چار پانچ خطوط ایسے آتے ہیں۔ علاوہ ان کے جو بیرنگ آتے ہیں اور واپس کردئے جاتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف ہر ہفتہ میں دو تین خط ایسے ضرور پہنچ جاتے تھے اور وہ اتنے گندے اور گالیوں سے پر ہوا کرتے تھے کہ انسان دیکھکر حیران ہو جاتا۔ میں نے اتفاقاً ان خطوط کو ایکدفعہ پڑھنا شروع کیا تو ابھی ایک دو خط ہی پڑھے تھے۔ کہ میرے جسم کا خون کھولنے لگ گیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تو آپ فوراً تشریف لائے اور آپ نے خطوط کا وہ تھیلا میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اور فرمایا انہیں مت پڑھو۔ اس قسم کے خطوط کے کئی تھیلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ لکڑی کا ایک بکس تھا جس میں آپ یہ تمام خطوط رکھتے چلے جاتے۔ کئی دفعہ آپ نے یہ خطوط جلائے بھی۔ مگر پھر بہت سے جمع ہو جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہی تھیلوں کے متعلق اپنی کتب میں لکھا ہے۔ کہ میرے پاس دشمنوں کی گالیوں کے کئی تھیلے جمع ہیں۔ پھر صرف ان میں گالیاں نہیں ہوتی تھیں۔ بلکہ واقعات کے طور پر جھوٹے اتہامات اور ناجائز تعلقات کا ذکر ہوتا تھا

پس ایسی باتوں سے گھبرانا بہت نادانی کی بات ہے یہ باتیں تو ہمارے تقوےٰ کو مکمل کرنے کیلئے ظاہر ہوتی ہیں۔ ان میں ناراضگی اور جوش کی کونسی بات ہے۔ آخر برتن کے اندر جو کچھ ہوتا ہے وہی اس میں سے ٹپکتا ہے۔ دشمن کے دل میں چونکہ گند ہے اس لئے گند ہی اس سے ظاہر ہوتا ہے لیکن ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم

نیکی و تقویٰ پر زیادہ سے زیادہ قائم

ہوتے چلے جائیں۔ اور اپنے اخلاق کو درست رکھیں۔ اگر دشمن کسی مجلس میں ہنسی اور تمسخر سے پیش آتا ہے۔ تو تم اس مجلس سے اٹھکر چلے آؤ۔ یہی خدا کا حکم ہے۔

جو اس نے ہمیں دیا۔ مگر بیہودہ غصہ اور ناواجب غضب کا اظہار بے وقوفی ہے اگر اس وقت جب کہ تم کمزور ہو اور تمہاری مثال دنیا کے مقابلہ میں بتیس دانتوں میں زبان کی سی ہے۔ مخالفین کی حرکات پر تمہیں غصہ آتا ہے اور تم اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکتے تو یاد رکھو جب تمہیں بادشاہت حاصل ہوگی۔ اس وقت ہمارے آدمی دشمنوں پر سخت ظلم کرنے والے ہونگے۔ پس آج ہی

اپنے نفوس کو ایسا مارو

ایسا مارو کہ جب اللہ تعالیٰ تمہیں یا تمہاری اولادوں کو بادشاہت دے تو تم ظلم کرنے والے نہ بنو اور تمہارے اخلاق اسلامی منہاج پر سدھر چکے ہوں۔ اگر آج تم صبر سے بھی کام لیتے ہو تو دنیا کی نگاہ میں یہ کوئی خوبی نہیں کیونکہ کمزوری کے وقت ظلم کو برداشت کر لینا کوئی کمال نہیں ہوتا دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حضرت مسیح ناصری سے مقابلہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی دلیل پیش کی ہے کہ مسیح ناصری کا حلم اپنے اندر کیا حقیقت رکھتا ہے جب کہ انہیں سختی کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ اور ان کی نیکی اپنے اندر کیا حقیقت رکھتی ہے جب کہ بدی کے مواقع ہی انہیں پیش نہیں آسکے۔ ایک عنین اگر یہ کہے کہ میں بڑا عفیف ہوں۔ ایک اندھا اگر یہ کہے کہ میں نے کبھی بد نظری نہیں کی۔ ایک بہرا اگر یہ کہے کہ میں نے کبھی غیبت نہیں سنی تو یہ کوئی خوبی اور کمال نہیں۔ خوبی اور کمال یہ ہے کہ انسان مخالف حالات میں سے گذرے اور پھر اپنے زہد و اتقا کا شاندار نمونہ دکھائے پس ہمارا آج کل کے زمانہ میں جب کہ ہم کمزور ہیں اور ہمیں کوئی طاقت حاصل نہیں مظلوم ہونا اور تمام مظالم کو برداشت کرتے چلے جانا دنیا کی نگاہ میں کوئی خوبی نہیں گو خدا کی نگاہ میں ہے کیونکہ جب ہم اسی کی رضا کے لئے اپنے نفسوں کو مارتے اور جذبات کو دباتے ہیں۔ تو یقیناً اس کی نظر میں مقبول ہیں مگر دنیا اس امر کو نہیں سمجھتی۔ وہ خیال کرتی ہے کہ چونکہ اس وقت یہ کمزور ہیں اس لئے مظالم برداشت کرتے چلے جا رہے ہیں۔ جیسے ہر کمزور طاقتور کے مقابلہ میں جھکا رہتا ہے۔ پس چونکہ دنیا ہمارے صبر کو کمزوری اور ہمارے عفو کو ضعف پر محمول کرتی ہے اس لئے اس کا جواب یہی ہے کہ

جب خدا ہماری جماعت کو طاقت دے

تو اس وقت بھی وہ عدل اور انصاف کے دامن کو نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ کو ظلم سے روکے اور اس طرح اپنے عمل سے بتا دے کہ کمزوری اور طاقت ہر دو حالتوں میں محض خدا کے لئے اس نے ہر کام کیا پس دشمنوں کے حملوں سے مت گھبراؤ اور اس کی ناجائز تدابیر سے کبھی جوش میں نہ آؤ۔ ایک چیونٹی کو بھی مارنے لگو تو وہ انسان کو کاٹتی ہے پھر وہ تو انسان ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ تم ان کے عقاید کو باطل کر رہے ان کی جمعیت کو ایک ایک کر کے اپنے ساتھ ملا رہے اور ان کو ان کے ہر حملہ میں ناکام و نامراد کر رہے ہو اور وہ پھر بھی جوش میں نہ آئیں اور گالیوں کے رنگ میں اپنے دل کا بخار نہ نکالیں۔ انہیں صاف نظر آرہا ہے کہ

خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید

ہماری جماعت کو حاصل ہے انہیں اپنی آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہے کہ آسمان سے فرشتے ہماری تائید کے لئے اتر رہے ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ گھٹتے جا رہے ہیں اور ہم بڑھتے جا رہے ہیں اگر یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود وہ جوش میں نہ آئیں تو کیا کریں ان کے پاس صداقت تو ہے نہیں۔ پس وہ گالیاں دیتے اور تہذیب سے گرے ہوئے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں اور یہی چیزیں ان کے پاس ہیں مگر تم چاہتے ہو وہ شکست بھی کھاتے جائیں اور بولیں بھی نہ۔ پس تم ان کو اپنا غصہ نکالنے دو اور اپنے اندر نیکی پیدا کرو اور تقویٰ کی بھٹی میں اپنی تمام اندرونی آلائشوں کو جلا دو تا آئندہ آنے والی نسلوں اور نئے احمدیوں پر تمہاری نیکی کا اثر ہو جائے کہ تمہاری زبانیں

کلمات محبت

سے تر ہوں اور دشمن کی خیر خواہی بھی تمہارے دلوں میں مرکوز ہو۔ ہاں اس حد تک جو کم سے کم حد ہو تمہیں احتیاط بھی رکھنی چاہیئے۔ مثلاً وہ لوگ جو منافقت کا نقاب اپنے چہروں پر اوڑھے رہیں۔ اور جماعت کے اندر رہ کر جماعت کی بربادی کی کوشش کریں۔ ان کی سازش کے ظاہر ہونے پر ضروری ہے کہ ان سے بول چال ممنوع قرار دی جائے۔ اگر کوئی سازش نہ کرے اور جماعت میں شامل رہ کر جماعت کے نظام کو درہم برہم کرنے کی کوشش نہ کرے تو اس سے بول چال ممنوع نہیں کی جاتی یہ صرف ایسے شخص کو ہی سزا دی جاتی ہے جو

منافقانہ رنگ

اختیار کرتا ہے۔ کئی نادان ہیں جو کہہ دیتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر میں ایک دفعہ بعض لوگوں کو یہ سزا دی تھی مگر تم تو ہمیشہ یہ سزا دیتے ہو۔ ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہت دی ہوئی تھی۔ اور آپ اس سزا کے علاوہ اور سزائیں دینے کی بھی طاقت رکھتے تھے مگر ہمارے پاس یہی ایک سزا ہے اگر ہم یہ سزا بھی نہ دیں تو اور کیا دیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تو مجرموں کو کوڑے لگانے کا حکم بھی دے دیتے تھے آپ کے حکم سے سنگساری بھی کی گئی ہے آپ نے بعض لوگوں کو ملک سے جلاوطن بھی کیا ہے اور پھر ایک وقت میں آپ نے یہ بھی حکم دیدیا کہ فلاں فلاں شخص سے کوئی بات نہ کرے پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اور سزائیں دینے کا حق حاصل تھا تو جہاں آپ نے اور سزائیں دیں وہاں ایک دفعہ یہ سزا بھی دیدی۔ مگر کیا ہم میں یہ طاقت ہے کہ ہم

مجرموں کو شرعی سزا

دیں۔ جب نہیں تو ہمارے پاس صرف ایک سزا کا اختیار باقی رہا اور وہ یہ کہ ہم بولنا چالنا منع کر دیں۔ اگر اس سزا کو بھی ہم ترک کر دیں تو اور کونسی سزا دیں پس یہ سزا دینے پر ہم مجبور ہیں۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو عمر بھر میں ایک دفعہ یہ سزا دی تھی اور ہماری طرف سے متعدد مرتبہ دی گئی ہے۔ پھر یہ سزا جو ہماری طرف سے دی جاتی ہے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دوسرے کا اندرونہ ظاہر

ہو جائے۔ اگر تو اس کے

دل میں سلسلہ کی محبت

ہوتی ہے۔ اور وہ جماعت سے جدائی اپنی روح کے لئے ہلاکت کا باعث سمجھتا ہے۔ تو جلد ہی اسے ہوش آجاتا ہے۔ اور وہ توبہ کر لیتا ہے۔ اور اگر اس کے دل میں بدی ہوتی ہے۔ تو وہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور پھر اسے محسوس تک نہیں ہوتا۔ کہ میں کن لوگوں سے کٹ کر کن لوگوں سے جا ملا۔

میں نے دیکھا ہے بعض زمیندار جوان پڑھ ہوتے ہیں۔ ان میں سے اگر بعض کو کسی غلطی پر ایسی سزا دی جاتی ہے تو سال بھر وہ روتے ہوئے گزار دیتے ہیں اور انہیں فوراً نظر آجاتا ہے۔ کہ جماعت کے پاک لوگوں سے الگ ہو کر انہیں کس قسم کے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا پڑ گیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب

تین صحابہ کی ایک غلطی

کی وجہ سے یہ حکم دیا۔ کہ کوئی ان سے گفتگو نہ کرے۔ تو ان میں سے ایک صحابی بیان کرتے ہیں۔ کہ جب سزا کے آخری ایام تھے تو ان دنوں ایک بادشاہ کی طرف سے مجھے خط ملا جس میں لکھا تھا۔ کہ ہم نے سنا ہے۔ تمہارے آقا نے تمہیں سخت سزا دی ہے۔ تم ہمارے پاس آجاؤ ہم ہر طرح تمہاری خاطر و مدارات کرنے کے لئے تیار ہیں میں نے یہ خط دیکھتے ہی کہا۔ کہ صحبت صالح سے تو میں پہلے ہی محروم تھا۔ اب صحبتِ طالع میسر آنے لگی ہے۔ اور یہ میرے لئے ایک امتحان کا وقت ہے۔ چنانچہ میں وہ خط لئے ایک بھٹی کے پاس گیا۔ جس میں آگ جل رہی تھی۔ اور جاتے ہی وہ خط اس میں جھونک دیا۔ اور چٹھی دینے والے سے کہا کہ اپنے بادشاہ سے کہہ دینا کہ تمہارے خط کا یہ جواب ہے۔ اللہ تعالےٰ کو ان کا یہ فعل ایسا پسند آیا کہ چند دنوں کے بعد ہی اس نے انہیں معاف کر دیا۔ تو نیک آدمی فوراً سمجھ جاتا ہے۔ کہ میں کن لوگوں سے الگ ہوا ہوں۔ اور اب کون سے لوگ میرے ارد گرد ہیں۔ مگر جس کے اندر بدی ہوتی ہے۔ اسے بردں کی صحبت میں ہی لذت آنی شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو۔

مصری صاحب کے دل میں

اگر واقعہ میں سلسلہ کی محبت ہوتی۔ اور احمدیت سے اخلاص رکھتے۔ تو تھوڑے دنوں میں ہی وہ سمجھ جاتے۔ کہ ایک پاک جماعت سے الگ ہو کر میں کس قماش کے انسانوں میں آملا ہوں۔ وہ اپنے آپ کو مصلح کہتے ہیں۔ مگر کیا مصلحین کا بدوں سے تعلق ہوتا ہے۔ یا نیکوں سے۔ پھر کیوں ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ کہ اگر وہ نیک تھے۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ نیکوں سے ان کا تعلق ہوتا۔ نہ کہ بدوں اور آوارہ منش لوگوں سے۔ مگر ان کی حالت یہ ہے۔ کہ وہ بسا اوقات سلسلہ کے دشمنوں اور آوارہ منش لوگوں کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ایسے خوش ہوتے ہیں۔ کہ گویا خدا کی خاص تائید انہیں حاصل ہے۔ اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ انہیں ایسے لوگوں کی صحبت حاصل ہوئی۔ [illegible] پتہ لگتا ہے۔ کہ ان کے دل میں احمدیت سے محبت نہیں۔ ورنہ ایسے لوگوں کو اپنے ارد گرد دیکھکر چاہیئے تھا۔ کہ وہ روتے اور خدا تعالےٰ کے حضور تضرع اور زاری کرتے۔ اور کہتے خدایا تو نے کہاں سے نکال کر مجھے کہاں ڈال دیا۔ مگر وہ اس کا نام تائیدِ الٰہی اور نصرتِ ایزدی رکھتے ہیں اور اس امر کو بھول جاتے ہیں۔ کہ اگر یہی تائید ایزدی ہے۔ تو یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو بھی حاصل نہیں ہوئی

پس اگر وہ سوچتے تو یہی نشان اُن کے لئے کافی تھا۔ اور اس سے وہ اگر چاہتے تو فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

غرض

یہ سزائیں

جو بعض لوگوں کو دی جاتی ہیں۔ یہ مجبوراً دی جاتی ہیں۔ اور محدود طور پر دی جاتی ہیں۔ اور ہم سے اگر ہو سکے تو ہم تو چاہتے ہیں۔ ان سزاؤں کو بالکل ہی مٹا دیں۔ اور میں کئی دفعہ خود مصری صاحب کے بارہ میں ہی غور کر چکا ہوں کہ کیا کوئی ایسا طریق ہو سکتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی نظر میں ہی فتنہ و فساد کا مجرم بننے کے بغیر اس سزا کو ہی ان سے دور کر دوں۔ لیکن اب تک ایسی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

مگر میں نے دیکھا ہے۔ ہمارے دوست یہ امر سوچتے رہتے ہیں۔ کہ کس طرح ان سزاؤں کو بڑھا دیں۔

یہ امر اچھی طرح یاد رکھو کہ جس طرح بے غیرتی ایک گناہ ہے اور اس کا مرتکب خدا تعالےٰ کی ناراضگی کا مورد بنتا ہے اسی طرح

ظلم بھی ایک گناہ ہے

اور اس کا مرتکب بھی خدا تعالےٰ کے حضور اپنے اعمال کا جوابدہ ہے۔ مگر تم میں سے بعض ایسے ہیں کہ غیرت کا مادہ اپنے اندر نہیں رکھتے [illegible] - اور مصری صاحب یا [illegible] اتفاقی انہیں مل جائیں تو بڑے تپاک سے السلام علیکم کہیں گے۔ اور جب قادیان آئیں گے اور ان کے سامنے کوئی ان کا نام لے دیگا تو کہیں گے تو یہ تو برا ایسے آدمی کا نام ہمارے پاس کیوں لیتے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہمیں ایسی رپورٹیں نہیں پہونچتیں۔ رپورٹیں پہونچتی ہیں۔ مگر ہم بغیر کسی کارروائی کے رکھ دیتے ہیں۔ کیونکہ سمجھتے ہیں کہ یہ فعل بے ایمانی کی وجہ سے نہیں بلکہ حماقت یا بزدلی کی وجہ سے ہے۔

پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم بے غیرت مت بنو۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہتا ہوں کہ تم ظالم بھی مت بنو۔ ایسا نہ ہو کہ ایک گڑھے سے نکلو اور دوسرے گڑھے میں گر جاؤ۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے۔ کہ ہم فتنہ کو روکیں کسی کی ذات کو نقصان پہنچانا اور اسے برُا بھلا کہنا نہ پہلے ہمارے مدنظر رہا ہے۔ نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ کیونکہ دل دکھانا اور دشمن کے متعلق سخت الفاظ کا استعمال کرنا مومن کا کام نہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض دفعہ اللہ تعالےٰ کے انبیاء

سخت الفاظ کا استعمال

کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھو اللہ تعالےٰ کے انبیاء مجسٹریٹ ہوتے ہیں۔ اور مجسٹریٹ کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ چور کو چور اور سادھ کو سادھ کہے۔ مگر تمہارا یہ حق نہیں کہ تم کسی کو چور یا ڈاکو کہو۔

پس تم اپنے مقام کو سمجھو۔ اور جو نبیوں کا مقام ہے وہ انہی کے پاس رہنے دو۔ اگر دشمن کی طرف سے گالیاں سنتے اور جوش دلانے والے واقعات بھی دیکھتے ہو۔ تو تمہارا کام یہ ہے۔ کہ تم

صبر کرو اور ساتھ ہی استغفار

کرتے چلے جاؤ۔ تا ایک طرف تمہارے دل کو بے غیرتی کا زنگ نہ لگے۔ اور دوسری طرف ظالموں والا غصہ پیدا نہ ہو۔ یہی قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ وہ تمہیں ایسے مواقع پر استغفار کی تعلیم دیتا ہے۔ اور کہتا ہے جب تم دشمن کی دلآزار باتیں سنو تو استغفار کرو۔ استغفار پڑھنے سے ایک طرف تم ظالم نہیں بنو گے۔ اور دوسری طرف تم بے غیرت بھی نہیں بنو گے۔

پس دنیا کو اپنا نیک نمونہ دکھاؤ اور اپنی اولادوں کو بھی نیک بنانے کی کوشش کرو۔ اور سزا کے معاملہ میں یہ امر یاد رکھو کہ اسے کم سے کم حد تک اور کم سے کم عرصہ کیلئے جاری کرو۔ ہاں اپنے رحم کو وسیع کرو۔ اور اس حد تک رحم کرتے چلے جاؤ جب تک رحم کرنا بے غیرتی کا موجب نہ ہو جائے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس امر کو بھی ملحوظ رکھو کہ

نافرمانی کرنا بھی جرم ہے

پس اگر کسی کے متعلق کسی سزا کا اعلان ہوتا ہے۔ تو تمہارا فرض ہے کہ اس حکم کی تعمیل کرو۔ کیونکہ جس کو خدا نے ایک کام کیلئے مقرر فرمایا ہے تمہارا کام نہیں کہ اس کے احکام پر نکتہ چینی کرو۔ اور اگر تم اس کے احکام پر جرح کرو گے اور ان کی تعمیل میں کوتاہی سے کام لو گے۔ تو تم نافرمان قرار پاؤ گے۔ اور نافرمان بھی ظالم ہی ہوتا ہے۔

پس تم نہ تو نافرمانی کی حد تک جاؤ نہ بے غیرتی یا ظلم کی حد تک جاؤ۔ بلکہ رحم کرو اور رحم میں وسعت اختیار کرو۔ کیونکہ خدا نے رحم کیلئے وسیع میدان بنایا ہے۔ اور سزا کیلئے تنگ وہ خود کہتا ہے رحمتی وسعت کل شئی۔ پس بنی نوع انسان پر رحم زیادہ سے زیادہ ہو۔ اور سزا کم سے کم۔ اس گر کے ماتحت تم اپنے تمام کام لاؤ۔ اور فرمانبرداری اور اطاعت اختیار کرو۔ اور جب دشمن کی طرف سے کوئی بری بات سنو تو دل میں استغفار کرو تا اللہ تعالےٰ تم کو بے غیرت ہونے سے بچائے۔

بعدالت ہائی کورٹ آف جوڈیکیچر بمقام لاہور

دیوانی ابتدائی مقدمہ ۸۶ آف ۱۹۳۶ء

بمعاملہ ایکٹ کمپنی ہائے ہند ۷ ۱۹۱۳ء اور دی پنجاب فلم کمپنی لمیٹڈ (زیر لیکویڈیشن) لاہور اور درخواست منجانب میسرز بنارسی داس اینڈ سنز جائنٹ ہندو فیملی بواسطہ لالہ ہرنش چند بینکر زچاوڑی بازار دہلی زیر دفعہ ۱۲۰ ایکٹ کمپنی ہائے ہند۔ بدیں استدعا۔ کہ رہن نامہ مورخہ ۲۰ ۸ ۱۹۳۳ کی رجسٹریشن کے لئے مدت میں توسیع کی جائے۔

جملہ متعلقین کو اطلاع

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسٹر بسنت کرشن کھنہ ایڈووکیٹ لاہور نے میسرز بنارسی داس اینڈ سنز مذکور کی طرف سے ایک درخواست بدیں استدعا ۲ اگست ۱۹۳۵ء کو عدالت ہذا میں گذرانی تھی۔ کہ ۰۰۰ ، ۰۰ روپے کے رہن نامہ مورخہ ۲۰ ۸ ۱۹۳۳ جو دی پنجاب فلم کمپنی لمیٹڈ (زیر لیکویڈیشن) لاہور کی طرف سے میسرز بنارسی داس اینڈ سنز کے حق میں عمل میں لایا گیا تھا۔ اس کی رجسٹریشن کے لئے توسیع مدت حاصل کی جائے۔

از آنجا یہ ہدایت کی گئی ہے۔ کہ درخواست مذکور عدالت ھذا میں ۱۸ مارچ ۱۹۳۶ء کو دس بجے قبل دوپہر پیش ہو۔ جو شخص درخواست مذکورہ زیر دفعہ ایکٹ متذکرۃ الصدر میں استدعا کردہ حکم کے اصدار کی مخالفت کرنا چاہے تو اسے چاہیئے۔ کہ وہ عدالت ہذا میں بوقت سماعت اصالتاً یا وکالتاً یا بذریعہ اٹارنی پیش ہو۔

نیز اگر کوئی شخص درخواست مذکور کی نقل لینا چاہے۔ تو وہ عدالت ہذا میں درخواست دینے پر اور اس کی مقررہ فیس ادا کرنے کے بعد مہیا کی جائے گی۔

آج بتاریخ یکم مارچ ۱۹۳۶ء بہ ثبت دستخط ہمارے و مہر عدالت ہذا کے جاری کیا گیا۔

حسب الحکم عدالت

(دستخط) کے۔ سی۔ دیب۔ ڈپٹی رجسٹرار

(مہر عدالت)

یاقوتی گولیاں

(رجسٹرڈ) یہ گولیاں حضرت مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب شاہی حکیم ریاست جموں و کشمیر خلیفۃ المسیح الاول کا ایک خاص نسخہ ہے جو نہایت توجہ اور دیانتداری سے بنایا جاتا ہے۔ چونکہ اس کے اجزا نہایت صحیح اور قیمتی ہیں۔ مثلاً مشک۔ عنبر۔ مروارید یاقوت وغیرہ سے مرکب ہیں۔ اس لئے یہ گولیاں نہایت زوداثر اور مفید ثابت ہو رہی ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ بہت تھوڑا عرصہ ہوا۔ کہ یہ پبلک کے سامنے آئی ہیں۔ پھر بھی بکثرت سرٹیفکیٹ ہمارے پاس موصول ہو رہے ہیں۔ کہ یہ گولیاں تمام اعضائے رئیسہ کو تقویت دینے کے علاوہ مادہ تولیہ بکثرت پیدا کرتی ہیں۔ اور ان تمام امراض کیلئے مفید ہیں۔ جو دل و دماغ اور اعضائے رئیسہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ باوجود ان اوصاف کے ۵۰ سنہری گولیوں کی قیمت صرف پانچ روپے رکھا ہے۔

نوٹ:۔ امراض زنانہ مثلاً درد کمر سیلان الرحم وغیرہ میں بھی بیحد مفید ثابت ہو رہی ہیں

اکسیر مالش

یاقوتی گولیوں کے ہمراہ اکسیر مالش کا استعمال نہایت ہی مفید ہے۔ یہ اکسیر مالش بالکل بے ضرر ہے اور ہر موسم میں استعمال ہو سکتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) تمام درخواستیں بنام

مینجر یاقوتی گولیاں بٹالہ دہیا محلہ دارالفضل قادیان ضلع گورداسپور

تریاق چشم

ہوالشافی

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

سرکاری اعلیٰ افسران اور ماہرین امراض چشم کی شہادت سے بڑھکر کس کی شہادت ہوسکتی ہے

۱۔ ہندوستان کے بہت بڑے ماہر امراض چشم لفٹنٹ کرنل۔ ایس۔ ایم۔ اے فاروقی صاحب بہادر ایم ڈی۔ آئی ایم۔ ایس راولپنڈی کینٹ (چھاؤنی) تحریر فرماتے ہیں۔ ترجمہ انگریزی سرٹیفکیٹ میں تصدیق کرتا ہوں کہ مرزا حاکم بیگ ساکن گجرات پنجاب کا تیار کردہ تریاق چشم میں نے اپنے چند بیماروں پر آزمایا۔ اور اسے آنکھوں کے زخم پانی بہنا اور ککروں کے لئے بہت مفید اور مؤثر پایا۔ اس کے اجزا امراض چشم کیلئے بہت مشہور ہیں ان کے اجزاء کی مقدار ہر طرح صحیح اور درست نسبت سے ملائی گئی ہے موجد تریاق چشم کے تیار کرنے کا طریق زمانہ حال کے مروجہ طریقہ کے مطابق صاف اور ستھرا ہے۔

۲۔ جناب خان بہادر میاں محمد شریف صاحب سول سرجن صاحب بہادر کیمل پور تحریر فرماتے ہیں۔ میں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ میں نے تریاق چشم جسے مرزا حاکم بیگ صاحب نے تیار کیا ہے گجرات اور جالندھر میں اپنے ماتحتوں یعنی ڈاکٹروں اور دوستوں میں بھی تقسیم کیا۔ اور میں نے سفوف مذکور کو آنکھوں کی بیماریوں بالخصوص ککروں میں نہایت مفید پایا ہے۔ جیسا کہ دیگر سرٹیفکیٹوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

نوٹ:۔ تریاق چشم کی قبولیت اس سے ظاہر ہے کہ میں نے مدت ہوئی کبھی کسی اخبار میں اشتہار نہیں دیا۔ اب دوستوں کی فرمائش پر یہ اشتہار دیا جاتا ہے۔ تاکہ عام لوگوں کو اس کا علم ہو جائے اور وہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ قیمت پانچ روپے (عہ) فی تولہ کے علاوہ ۸ر محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ بذمہ خریدار ہوگا۔ المشتہر:۔

مرزا حاکم بیگ احمدی موجد تریاق چشم گڑھی شاہدولہ صاحب گجرات

شادی ہو گئی؟ آپ جو چیز چاہتے ہیں وہ یہ ہے

مفرح یاقوتی

یہ مرد و عورت کے لئے تریاقی نہایت تفریح بخش دل کو ہر وقت خوش رکھنے والی دماغی قلبی اور عصبی کمزوری کے لئے ایک لاثانی دوا ہے۔ اس سے اولاد کی کثرت ہوتی ہے۔ زندگی کی روح اور جوانی کی جان ہے آج ہی استعمال کر کے لطف زندگی اٹھائیے۔ عورتوں اور مردوں کے پوشیدہ امراض کے لئے اکسیر چیز ہے۔ حمل میں استعمال کرنے سے بچہ نہایت تندرست اور ذہین پیدا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے۔ اسکی پانچ روپے قیمت سنکر نہ گھبرائیے نہایت ہی مقوی اور نہایت عجیب الاثر تریاقی مفرح اجزاء مثلاً سونا عنبر۔ موتی کستوری جدوار اصیل یاقوت مرجان کہربا زعفران ابریشم مقرض کی کیمیاوی ترکیب انگور سیب وغیرہ میوہ جات کا رس مفرح ادویات کی روح نکالکر بنایا جاتا ہے۔ تمام مشہور حکیموں اور ڈاکٹروں کی مصدقہ دوائی ہے۔ علاوہ اسکے ہندوستان کے رؤسا و امراء و معززین حضرات کے بے شمار سرٹیفکیٹ مفرح یاقوتی کی تعریف و توصیف کے موجود ہیں۔ چالیس سال سے زیادہ مشہور اور ہر اہل و عیال والے گھر میں رکھنے والی چیز ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رض اور تمام اکابرین ملت احمدیہ اس کے عجیب الغریب اثرات کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس کے اندر کوئی زہریلی اور نشہ دوا شامل نہیں ہے دنیا بھر میں وہ انسان مفرح یاقوتی استعمال کرتے ہیں۔ جو کمزوری وغیرہ پر فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور جن کو جوانی میں خاص زندگی سے لطف اندوز ہونے کی آرزو ہے۔ مفرح یاقوتی بہت جلد اور یقینی طور پر پٹھوں اور اعصاب کو قوت دیتی ہے۔ عورت اور مرد اپنی طاقت اور جوانی کو اسکے ذریعہ قائم رکھ سکتے ہیں۔ تمام مفرحات مقویات اور تریاقات کی سرتاج ہے۔ پانچ تولہ کی ایک ڈبیہ صرف پانچ روپیہ میں ایک ماہ کی خوراک

دواخانہ مرہم عیسیٰ حکیم محمد حسین بیرون دہلی دروازہ لاہور سے طلب کریں

بعدالت ہائی کورٹ آف جوڈیکیچر بمقام لاہور

دیوانی ابتدائی مقدمہ ۱۳۱ آف ۱۹۳۶ء

بمعاملہ ایکٹ کمپنی ہائے ہند ۷ سنہ ۱۹۱۳ء اور دی پنجاب فلم کمپنی لمیٹڈ (زیر لیکویڈیشن) لاہور اور درخواست منجانب میسرز بنارسی داس اینڈ سنز جائنٹ ہندو فیملی بواسطہ لالہ ہرکشن چندر بینکرز چاوڑی بازار دہلی زیر دفعات ۱۰۹ و ۱۳۰ ایکٹ کمپنی ہائے ہند۔ بدیں استدعا کہ اگر رہن نامہ مورخہ ۲۷ ۱۲/۳۲ اور سپلیمنٹری معاہدہ جو کمپنی کی طرف سے ۲/۳۳ کو درخواست کنندگان کے حق میں کیا گیا تھا کے رجسٹریشن میں کوئی تعویق واقع ہو جائے۔ تو اسے نظر انداز کر دیا جائے۔

جملہ متعلقین کو اطلاع

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسٹر بسنت کرشن کھنہ ایڈووکیٹ لاہور نے میسرز بنارسی داس اینڈ سنز مذکور کی طرف سے ایک درخواست بدیں استدعا ۱۴ دسمبر ۱۹۳۵ء کو عدالت ہذا میں گذرانی تھی کہ ۵۰،۰۰۰ روپے کے رہن نامہ مورخہ ۲۷ ۱۲/۳۲ اور سپلیمنٹری معاہدہ مورخہ ۲/۳۳ جو دی پنجاب فلم کمپنی لمیٹڈ (زیر لیکویڈیشن) لاہور کی طرف سے میسرز بنارسی داس اینڈ سنز دہلی درخواست کنندگان کے حق میں کیا گیا تھا۔ ان کے رجسٹریشن میں تعویق کو نظر انداز کر دیا جائے۔

از آنجا یہ ہدایت کی گئی ہے۔ کہ درخواست مذکور عدالت ہذا میں ۱۸ مارچ ۱۹۳۶ء کو بوقت دس بجے قبل دوپہر پیش ہو۔ جو شخص درخواست مذکور زیر دفعہ ایکٹ متذکرۃ الصدر میں استدعا کردہ حکم کے اصدار کی مخالفت کرنا چاہے اسے چاہیئے کہ عدالت ہذا میں بوقت سماعت اصالتاً یا وکالتاً یا بذریعہ ایڈووکیٹ پیش ہو۔ نیز اگر کوئی شخص درخواست مذکور کی نقل لینا چاہے۔ تو وہ عدالت ہذا میں درخواست دینے پر اور اس کی مقررہ فیس ادا کرنے کے بعد مہیا کی جائے گی۔

آج بتاریخ یکم مارچ ۱۹۳۶ء بثبت دستخط ہمارے و مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

حسب الحکم عدالت

(دستخط) کے۔ سی۔ ویب ڈپٹی رجسٹرار — (مہر عدالت)

تریاق جہان

سرعت انزال۔ دہات رقت قبض وغیرہ کو دور کرنے کی اکسیر دوا ہے زیادہ چلنے سے تھک جانا زیادہ لکھنے پڑھنے سے آنکھوں میں اندھیرا سا معلوم ہوتا۔ دیر تک کام کرنے سے طبیعت کا گھبرانا مضمحل رہنا۔ درد کمر۔ پنڈلیوں کا اینٹھنا۔ الغرض انتہائی کمزوری ہونا۔ جملہ شکایات دور کر کے از سر نو جوان خوش خرم بنانا اس کا کام ہے۔ معزز دوستو! یہ وہ دوا ہے جس کا صدہا مریضوں پر تجربہ ہو چکا ہے۔ کبھی غیر مفید ثابت نہیں ہوتی۔ امید کہ آپ تجربہ فرمائیں گے۔ قیمت صرف ایک روپیہ

اکسیر سوزاک

۱۲ گھنٹہ میں جلن پیپ خون بند کرتی ہے۔ کیا اس قدر سریع الاثر دوا دنیا میں اور کوئی ہے۔ ہرگز نہیں۔ ضرور تجربہ کیجئے۔ اگر آپ ہزارہا ادویات استعمال کر چکے ہیں۔ تو میں آپ کو رائے دیتا ہوں۔ کہ اکسیر سوزاک ضرور استعمال کریں۔ اس سے پرانے سے پرانا سوزاک بیس سال تک کا دفعہ ہو جاتا ہے اور اس پر خوبی یہ ہے کہ تا عمر پھر عود نہیں کرتا۔ آپ کیوں اس موذی مرض سے پریشان ہیں اور اپنی نسل برباد کر رہے ہیں۔ اکسیر سوزاک کا استعمال کیجئے۔ قیمت دو روپے (نوٹ:۔ اگر فائدہ نہ ہو۔ تو قیمت واپس) فہرست دواخانہ مفت منگوا لیجئے۔ کیا ایک عالم سے بھی جھوٹے اشتہار کی امید ہے۔

حکیم مولوی ثابت علی محمود نگر نمبر ۵ لکھنؤ

وٹرنری کمپونڈر کی ضرورت

علاقہ راجپوتانہ میں ایک وٹرنری کمپونڈر کی ضرورت ہے۔ جسے ۲۵/-/- ماہوار تنخواہ دی جائے گی۔ ضرورتمند احباب معہ تصدیق امیر یا پریذیڈنٹ مقامی جماعت اپنی درخواستیں جلد سے جلد بھجوا دیں۔ (ناظر امور عامہ)

بیمار۔ خبردار

اگر آپ ڈاکٹروں کے خرچ برداشت نہیں کر سکتے یا دیہات میں دوائی میسر نہیں آتی اور کسی مرض کے متعلق مشورے کی ضرورت ہے تو مجھے لکھیئے ہومیوپیتھک علاج موزوں ہوگا۔ **ایم۔ اے۔ احمدی۔ کاسگنج جنکشن۔ یو۔ پی**

اعلان

ایسے دوست جن کے ہاں A.C. بجلی ہے۔ ان کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ بجلی کے ہر قسم کے سامان کے لئے خواہ وہ کسی کمپنی کا ہو ہمارے ساتھ خط و کتابت کریں۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ انہیں سستی سے سستی قیمت پر مہیا کر دیں گے۔

ہم جاپان والوں سے میز کے پنکھوں کے متعلق خط و کتابت کر رہے ہیں۔ جو دوست جاپانی میز کے پنکھے خریدنا چاہتے ہوں۔ وہ ہمیں ابھی سے اطلاع دیدیں۔ نیز دس روپے پیشگی ساتھ بھجوا دیں۔ تاکہ ہم مناسب تعداد منگوا لیں۔

جنرل سروس کمپنی قادیان

امرت بوٹی (رجسٹرڈ)

پرانے سے پرانے جریان کثرت احتلام۔ کمزوری جسم کمی خون کمی قوت مردانہ ذیابیطس کے لئے ایک بہترین دوا ہے۔ ۵۰ گولی عہ معہ سفوف اعظم

ملنے کا پتہ
احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر کینٹ پنجاب

لیکورائن

لیکوریا یا اکسیر سیلان الرحم

لیکوریا کے لئے ہماری بارہا کی آزمودہ اور مجرب دوا ہے لیکورائن معہ دوائی ڈوش کے ایک کورس تین ہفتہ

ملنے کا پتہ
احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر کینٹ پنجاب

کیسٹوریم پلز

یہ مرکبات کستوری اصلی عنبر موتی مومیائی و دیگر مقوی ادویات جسم کے ہر کمزور حصہ کو قوت پہنچا کر مردہ سے مرد انسان کو تھوڑے ہی روز میں سرخ و سفید بنا دیتی ہیں۔ ۵۰ گولی عہ ۱۰۰ گولی عہ علاوہ محصولڈاک ملنے کا پتہ احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر کینٹ پنجاب

پانچ اکسیر امراض دندان خصوصاً پائیریا مسخورہ و دیگر جملہ امراض

پائیرس ٹوتھ پاؤڈر — رجسٹرڈ آف انڈیا گورنمنٹ درد دندان و مسخورہ کیلئے ہے

شاہی منجن اکبر — مسوڑوں کی کمزوری ہلتے دانتوں کے لئے

پائیریا گمز پلز — پائیریا کے جراثیم کو ہلاک کرتی ہیں معدہ اور قوت ہاضمہ کو مضبوط کرتی ہیں

پائیرس لوشن نمبر ۱ — مسوڑوں کی بدبو کیڑے ورم خون پیپ کے لئے زبردست اکسیر

پائیرس لوشن نمبر ۲ — گندی رطوبات کو زائل کرتا ہے قیمت مکمل بکس ۵ اکسیر

مینجر احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر کینٹ پنجاب